اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

الفضل

روزنامہ

خطبہ نمبر ۲۳

دارالامان قادیان

THE DAILY
ALFAZL, QADIAN.

ٹیلیفون نمبر ۹۱

شرح چندہ پیشگی
سالانہ ... ششماہی ... سہ ماہی ...
بیرون ہند سالانہ ...

قیمت ایک آنہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۳۸۱

ایڈیٹر غلام نبی

تار کا پتہ الفضل قادیان

جلد ۲۷ | مورخہ ۶ رجب ۱۳۵۸ھ | یوم سہ شنبہ | مطابق ۲۲ اگست ۱۹۳۹ء | نمبر ۱۹۱

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

صحابہؓ کرام کی شاندار قربانیاں

مالی اور جانی قربانیوں سے اپنے اُوپر موت وارد کرو تا دائمی حیات میسّر آئے

تحریک جدید کی قربانیوں میں حصہ لینا جنت کو واجب کر دیتا ہے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۱۸ اگست ۱۹۳۹ء

سُورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:- رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ اپنی ایک بیوی کے گھر میں ایک رسّہ لٹکا ہوا دیکھا۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کہ یہ کیا رسّہ ہے۔ کسی نے جواب دیا کہ آپ کی فلاں بیوی جب رات کو نماز پڑھتی ہیں۔ تو نماز پڑھتے پڑھتے جب انہیں اونگھ آتی ہے۔ تو وُہ کھڑے کھڑے اس سے ٹیک لگا لیتی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ کوئی نیکی نہیں۔ نیکی یہ ہے کہ انسان اس حد تک اللہ تعالےٰ کی عبادت کرے۔ جس حد تک اس کے دل میں ملال پیدا نہ ہو۔ اور پھر دائمی اور مستقل طور پر اس کو اختیار کرے۔ اگر ایک شخص ایک نیکی کرتا ہے اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اسے چھوڑ دیتا ہے۔ یا اس میں سستی پیدا ہو جاتی ہے۔ یا اُسے جگانے اور بیدار کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ تو در حقیقت وہ نیکی ظاہری طور پر زیادہ ہونے کے باوجود خدا تعالےٰ کی نگاہ میں گر جاتی۔ اور اس کا ثواب کم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اصل چیز یہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے لئے انسان اپنے آپ کو وقف کرے اور جو اقرار کرے۔ اُسے پُورا کرے۔ جیسے اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ کہ

درخواست دُعا:- ۲۳ اگست کو قادیان کی احمدیہ کبڈی ٹیم پنجاب اولمپک کبڈی ٹورنمنٹ لاہور میں ۶ بجے شام کھیلے گی۔ احباب کرام کامیابی کے لئے دُعا فرمائیں۔
خاکسار محمد امین کیپٹن۔

اہم ملکی حالات اور واقعات

آریہ ستیہ گرہ حیدر آباد اور گاندھی جی

یوں تو حیدر آباد میں آریہ سماجی کی تحریک ستیہ آگرہ کے آغاز سے ہی ایسی خبریں شائع ہو رہی تھیں جن سے پتہ چلتا تھا۔ کہ گاندھی جی کو اس سے خاص دلچسپی ہے۔ لیکن ۸ اگست کو بمبئی سے انہوں نے جو اعلان کیا ہے۔ اس نے اس معاملہ کو بالکل صاف کر دیا ہے۔

اس تحریک کے ختم ہو جانے پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ اپنے اخبار ہریجن میں لکھتے ہیں اب تک میں نے ایک لفظ بھی اس تحریک کے متعلق نہیں کہا تھا۔ اور یہ معاملہ اس قدر نازک اور اہم تھا کہ میں پبلک طور پر اس کے متعلق کچھ کہہ سکتا ہی نہ تھا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ مجھے اس تحریک سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اس تحریک کے دوران میں آریہ سماجی لیڈروں اور اس ریاست کے معاملات سے دلچسپی رکھنے والے مسلمانوں سے برابر گفت و شنید کرتا رہا ہوں۔ آریہ سماج کی طرف سے جو مطالبات کئے جا رہے تھے وہ بالکل سادہ اور ابتدائی تھے۔ اور مجھے ان کے ساتھ پوری ہمدردی تھی۔ لیکن سارا ملک اس امر سے واقف ہے۔ کہ میں معاملات کو اپنے خاص طریقہ سے سرانجام دیتا ہوں۔ اس لئے میں اپنے خاص نقطۂ نگاہ کے لحاظ سے اس ستیہ آگرہ کے خلاف تھا۔ اور میں نے آریہ لیڈروں کو اپنی اس رائے سے مطلع کر دیا تھا۔ انہوں نے مجھے جواباً کہا۔ کہ اگر ان کا طریق میرے طریق سے بہتر نہیں تو اس سے خراب بھی نہیں۔ اور یہ کہ وہ میرے طریق کے مطابق اس تحریک کو چلانے کے لئے تیار نہ تھے۔ اور میں نے محسوس کیا۔ کہ مجھے کوئی حق نہیں کہ سوائے دلائل پیش کرنے کے کسی اور رنگ میں ان پر دباؤ ڈالوں۔ اس کے ساتھ میں حضور نظام کے لئے بھی وجہ پریشانی بننا پسند نہ کرتا تھا۔ اب میں بہت خوش ہوں۔ کہ یہ معاملہ بخیر و خوبی سرانجام پا گیا ہے جس کے لئے حضور نظام اور آریہ سماج دونوں مبارکباد کے مستحق ہیں۔

کانگرسی ہائی کمانڈ پر مسٹر رائے کا تبصرہ

مشہور کمیونسٹ لیڈر مسٹر ایم۔ این رائے بانیٔ ریڈیکل لیگ نے کلکتہ سے اہم بیان جاری کیا ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ مسٹر بوس نے ہائی کمانڈ سے مطالبہ کیا تھا۔ کہ اگر وہ آزادیٔ وطن کی جنگ نہیں لڑ سکتے۔ تو اپنی جگہوں کو خالی کر دیں۔ لیکن میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ ہائی کمانڈ والے اس جائز مطالبہ کو پورا کرنے پر کبھی آمادہ ہو جائیں گے۔ وہ اس وقت کے منتظر رہیں گے۔ جب نوجوان انہیں مجبور کر دیں گے۔ کہ گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر گاندھی جی کے نام کی مالا جپا کریں۔ یہ نہایت ہی شرمناک بات ہے۔ کہ ہائی کمانڈ والے قومی جدوجہد کی تحریک کی راہنمائی میں دوسروں کو ذمہ وارانہ ذہنیت سے شامل کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔ سردار پٹیل نے ایک تقریر میں کہا ہے کہ ہائی کمانڈ تو مستعفی ہونے کو تیار ہے۔ لیکن اس کے مخالفوں میں کوئی اس کام کو سنبھالنے کا اہل بھی ہو۔ مجھے سردار موصوف کے سرمایہ دارانہ اور فسطائیانہ خیالات سے سخت نفرت ہے۔ مسٹر بوس نے مستعفی ہو کر سخت غلطی کی۔ انہیں چاہیئے تھا۔ کہ صدارت پر قابض رہتے اور ان لوگوں کو علیحدہ کر دیتے۔ اب بھی بائیں بازو والوں کو چاہیئے کہ آگے بڑھیں اور دلیری اور جرأت سے قیادت کی باگ ان لوگوں سے چھین لیں۔ سردار پٹیل نے یہ بھی کہا تھا۔ کہ کوئی پروگرام سامنے لاؤ۔ ہم خود بخود پیچھے ہٹ جائیں گے۔ اگر یہ دعوت مخلصانہ ہوتی تو میں اسے قبول کرتا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ سردار موصوف کے تمام بیانات۔ تقریریں اور تحریریں دجل و فریب کا مرقع اور ریے کی باتوں کا مجموعہ ہوتی ہیں۔ اور سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کے قابل کوئی چیز نہیں ہوتی۔ یہ لوگ ہمیشہ اس جنون کا شکار رہتے ہیں کہ ان کے مخالفوں میں کوئی پروگرام بنانے کے قابل نہیں۔ اور گاندھی جی کی آڑ لے کر کانگرس سے اپنے مخالفوں کو نکالنے کا مجنونانہ اور شرمناک اقدام کرتے رہتے ہیں۔ یہی چیز ان سرمایہ داروں کے اقتدار کے خاتمہ کی پیغامبر ثابت ہوگی۔ گو آج حزب مخالف میں طاقت نہیں۔ لیکن ایک سال کے اندر اندر ہندوستان کی بساط سیاست پر نئے مہرے آنے والے ہیں۔ موجودہ ورکنگ کمیٹی فاشزم کے علمبرداروں اور سرمایہ داروں کی اجارہ دار بنی ہے۔ جس میں حق بات کہنا سخت جرم ہے۔ ایسے مجرموں کو نکال باہر کیا جاتا ہے۔ لیکن بائیں بازو کے سیلاب کے آگے یہ خس و خاشاک کی طرح بہہ جائیں گے۔ اور عنقریب کانگرس کمیٹیوں کی ترتیب خالص جمہوری اصول پر ہوگی۔ کانگرسی حکومتوں کو چاہیئے۔ کہ پبلک کی بہبودی کے قوانین بجٹ کے توازن کا خیال کئے بغیر پاس کرتی جائیں۔ اور بار بار کے استعفوں سے ملک میں ہنگامہ خیزی پیدا کی جائے۔ پارلیمنٹری اقدامات سے اندر ہی اندر تائیدی قوت پیدا کی جائے۔ اور جب یہ پیدا ہو چکے۔ تو مقامی کانگرس کمیٹیوں کو مقامی گورنمنٹ کے فرائض ادا کرنے کے اختیارات دیدیئے جائیں۔ اور آزاد ہندوستان کی جمہوری اسٹیٹ کا آئین مرتب کرنے کے لئے ڈیلیگیٹ منتخب کریں مگر جب تک موجودہ ہائی کمانڈ سے جبراً عہدے نہ چھین لیے جائیں۔ یہ پروگرام مکمل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ خیال غلط ہے کہ گاندھی بھگت شرافت کے ساتھ اپنی جگہیں چھوڑ دیں گے۔ یہ لوگ خود بخود کانگرس سے علیحدہ نہ ہونگے۔ اور جب تک یہ نہ ہوگا۔ کوئی پروگرام کامیاب نہیں ہو سکے گا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پنجاب کے دیہاتیوں کے لئے طبی امداد کی سکیم

لاہور سے ۸ اگست کی خبر ہے۔ کہ حکومت پنجاب کا میڈیکل ڈیپارٹمنٹ ایک تجویز پر غور کر رہا ہے۔ جس کے نتیجہ میں صوبہ کے دور دراز کے دیہات میں آباد تقریباً سولہ ہزار خاندانوں کے لئے مفت طبی امداد مہیا کی جا سکے گی۔ اس تجویز کا خاکہ یہ ہے کہ ایک گاؤں یا چند ملحقہ دیہات کے سو سے دو سو تک خاندان اپنے آپ کو طبی امداد بہم پہنچانے والی انجمنوں کا ممبر بنا لیں۔ اور حکومت ان کے لئے ایک مستند ڈاکٹر مہیا کر دے گی۔ جسے پچاس روپے ماہوار کے علاوہ اتنی ہی رقم ادویات کے لئے دی جائے گی۔ اس سو روپیہ ماہوار میں سے نصف حکومت ادا کرے گی۔ ۲۵ روپیہ ماہوار ڈسٹرکٹ بورڈ اور باقی ماندہ ۲۵ روپیہ گاؤں کی میڈیکل بینیفٹ سوسائٹی۔ جو خاندان اس سوسائٹی میں اپنے آپ کو شامل کریں گے۔ انہیں اور ان کے خاندانوں کو مفت طبی امداد بہم پہنچائی جائے گی۔ ایسے ڈاکٹروں کو پرائیویٹ پریکٹس کی بھی اجازت ہوگی۔ جو خاندان پانچ افراد سے زیادہ ممبروں پر مشتمل ہونگے۔ ان کو ہر پانچ افراد یا اس کے جز پر دو آنہ کی شرح کے حساب سے چندہ دینا ہوگا۔ ورنہ عام حالات میں دو آنہ ماہوار کے قریب ہی چندہ کی رقم ہوگی۔ اس محکمہ کا خیال ہے۔ کہ اس سال اس قسم کے اسی مراکز قائم کر دیئے جائیں گے۔ لیکن اس سے صرف وہی دیہات فائدہ اٹھا سکیں گے جو ۲۵ روپیہ ماہوار خود اور ۲۵ روپیہ اس کا ڈسٹرکٹ بورڈ ادا کرے گا۔ ان علاقوں میں جو سرکاری ملازم ہونگے۔ انہیں بھی ایسی ڈسپنسریوں سے امداد مہیا ہو سکے گی۔ اس کے نتیجہ میں دیہاتی دوا دارو کی تلاش میں اپنے مریضوں کو اٹھا کر میلوں کا سفر کرنے کی زحمت سے بچ جائیں گے۔ جہاں دیہاتی اس تجویز سے استفادہ کرنے کے لئے طبی امداد بہم پہنچانے والی انجمنوں میں شامل ہونے کو تیار ہوں۔ ان انجمنوں کو چھ ماہ کا پیشگی چندہ ادا کرنا ہوگا۔

موجودہ حالات میں اس تجویز کو بہ غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ اور دیہات کے رہنے والوں کو پوری کوشش سے اس کو کامیاب بنانا چاہیئے۔ اس وقت بر وقت طبی امداد حاصل نہ ہونے کی وجہ سے معمولی معمولی عوارض سخت خطرناک نتائج پیدا کر دیتے ہیں۔

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

الہ آباد ۱۸ اگست حکومت بہار نے ایک فوجی سکول قائم کرنے کا فیصلہ کیا تھا جسے مرکزی حکومت نے یہ کہہ کر نامنظور کر دیا ہے۔ کہ فوجی تربیت کا سوال اس سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن حکومت بہار نے اس کے باوجود سکول کو اکتوبر میں جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ سابق گورنر بہار بھی اس تجویز کے مؤید تھے۔ اگر مرکزی حکومت نے مزاحمت کی۔ تو بہار گورنمنٹ مستعفی ہو کر آئینی تعطل پیدا کر دے گی۔

دہلی ۱۹ اگست ۲۱ اگست کو شملہ میں وائسرائے اور والیان ریاست کے مابین ایک اہم کانفرنس منعقد کی جا رہی ہے جو ۲۳ تک جاری رہے گی۔ والیان ریاست کے لئے ایک سپیشل ٹرین دہلی سے شملہ جائے گی۔

الہ آباد ۱۹ اگست پنڈت جواہر لال کو روانگی سے قبل بہت سے پیغامات موصول ہوئے ہیں۔ گاندھی جی نے لکھا ہے۔ کہ خدا کرے آپ کا یہ دورہ فتحمندی سے مزین ہو۔ پنڈت جی نے ایک بیان میں کہا۔ کہ میں دکھے ہوئے دل کے ساتھ ہندوستان سے جا رہا ہوں۔ اور امید ہے کہ امید کا پیغام لے کر لوٹوں گا۔

بنوں ۱۹ اگست شہر کے گرد و نواح میں ان دنوں پھر قبائیلیوں نے اودھم مچا رکھا ہے۔ گذشتہ شب تین میل پرے کانسٹیبلری پر گولیاں چلائی گئیں۔ وزیر اعظم سرحد آج کل اس علاقہ کا دورہ کر رہے ہیں۔ آپ نے ملکوں اور ملاؤں کو واضح طور پر کہہ دیا ہے کہ اگر امن قائم نہ ہوا۔ تو شہر کو فوجیوں کے حوالہ کر دیا جائے گا۔

ٹوکیو ۱۹ اگست آج جاپانی حکومت کی طرف سے اعلان کر دیا گیا ہے۔ کہ وہ خشکی کی طرف سے ہانگ کانگ کی ناکہ بندی کر کے جنرل چیانگ کائی شیک کے لئے برطانیہ سے اسلحہ کی سپلائی کو ناممکن کر دے گا۔

لکھنؤ ۱۹ اگست شیعہ و سنی اصحاب میں مصالحت کرانے کی غرض سے مولانا ابوالکلام آزاد آج یہاں پہنچے۔ آپ کو سٹریچر پر ڈال کر گاڑی سے اتارا گیا۔ سٹیشن پر وزراء حکومت نے آپ کا استقبال کیا۔

اتمان زئی ۱۹ اگست آزاد علاقہ سرحد کے چیف خوشحال خان نے مولانا آزاد۔ اور خان عبدالغفار خان کو لکھا ہے۔ کہ ۱۹۳۰ء میں کھجوری میدان پر قبضہ کرتے وقت گورنر سرحد نے ہم سے کہا تھا۔ کہ یہ صرف تین ماہ کے لئے ہے اگر اس عرصہ میں کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کی گئی۔ تو اسے خالی کر دیا جائے گا۔ لیکن اب تک یہ وعدہ پورا نہیں کیا گیا۔ آپ اسے خالی کرا دیں۔

ناگپور ۱۹ اگست معلوم ہوا ہے کہ صدر کانگرس نے حکم دیا ہے۔ کہ کونسل آف سٹیٹ کے کانگرسی ممبر بھی آئندہ اجلاس کا بائیکاٹ کریں۔ کیونکہ ورکنگ کمیٹی کی قرارداد کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے۔

مردان ۱۹ اگست معلوم ہوا ہے کہ مردان اور رسالپور کی چھاؤنیاں عنقریب توڑ دی جائیں گی۔ قلعہ میں پولیس ٹریننگ سکول کھولا جائے گا۔ اور پلٹنیں نوشہرہ چھاؤنی میں تبدیل کر دی جائیں گی۔

الہ آباد ۱۹ اگست یوپی گورنمنٹ نے اعلان کیا ہے کہ جن اضلاع میں پہلے شراب کی جزوی بندش تھی۔ اب وہاں قطعی بندش ہو گی۔ تاڑی کی دکانوں کو کم کرنے کے احکام بھی جاری کر دیئے گئے ہیں۔

الہ آباد ۱۹ اگست حکومت یوپی نے فیصلہ کیا ہے کہ صوبہ کی ایک ہزار دیہاتی لائبریریوں کو دو ہفتہ وار اخبارات مہیا کئے جائیں۔ موزوں اخبارات کی فہرستیں تیار ہو رہی ہیں۔

کراچی ۱۹ اگست کراچی کے ننگے سادھوؤں نے حکومت کو نوٹس دیا ہے کہ تین دن کے اندر اندر ہنومان مندر کی جگہ واپس کرے۔ اور اپنے خرچ پر مندر تعمیر کر دے۔ ورنہ ستیہ گرہ کیا جائے گا۔ وزیر اعظم نے کہا تھا۔ کہ وہ مندر کی مسماری پر اظہار افسوس کے لئے تیار ہیں۔ مگر جگہ کی واپسی اور مندر کی دوبارہ تعمیر پر نہیں۔

شملہ ۱۹ اگست گاندھی جی کے پرائیویٹ سیکرٹری سیاسی قیدیوں کی رہائی کے سلسلہ میں یہاں آئے ہوئے ہیں۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ اگر بنگال گورنمنٹ نے ان کو رہا نہ کیا۔ تو کانگرسی وزارتیں مستعفی ہو جائیں گی۔

شملہ ۱۹ اگست ایک فلم "نازی جاسوس کا اعتراف جرم" کے متعلق جرمن قونصل نے حکومت ہند کو لکھا تھا کہ اس کی نمائش ممنوع قرار دی جائے کیونکہ یہ جرمنوں کے لئے دلآزار ہے مگر حکومت ہند نے یہ مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا ہے۔

لاہور ۱۹ اگست حکومت ہند کے فیصلہ کے مطابق یکم اکتوبر سے ہندوستان کے تمام انشورنس ایجنٹوں کے لئے لازمی ہو گا۔ کہ ایک روپیہ فیس داخل کر کے لائسنس لیں۔

کلکتہ ۱۹ اگست بنگال گورنمنٹ نے آج ۲ مزید سیاسی قیدی رہا کر دیئے ہیں۔

اندور ۱۹ اگست بمبئی میں بابو راجندر پرشاد صدر کانگرس کے جلوس کی فلم کی نمائش ریاست میں ممنوع قرار دیدی گئی ہے۔

راولپنڈی ۱۹ اگست احراری مولوی مظہر علی اظہر پر زیر دفعہ ۱۲۴ الف و ۱۵۳ الف جو مقدمہ چل رہا ہے۔ آج اس میں فرد جرم لگا دی گئی۔ یہ ایک تقریر کی بنا پر ہے جو ۳۱ جولائی کو جامع مسجد میں کی گئی تھی۔ ملزم نے کہا کہ میری تقریر کی رپورٹ نامکمل اور غیر صحیح طور پر لی گئی ہے۔

کانپور ۱۹ اگست ۱۹ جون کو مسلمانوں کے ایک مجمع پر پولیس کی فائرنگ کی تحقیقات غیر سرکاری کمیٹی کے ذریعہ کرانے سے چونکہ حکومت نے انکار کر دیا ہے۔ اس لئے مقامی مسلم لیگ نے یہاں سول نافرمانی کرنے کا فیصلہ کیا ہے پروگرام مرتب کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنا دی گئی ہے۔

جھانسی ۱۹ اگست باندہ سے آمدہ ایک اطلاع مظہر ہے کہ شدت باراں کی وجہ سے دریا طغیانی پر ہیں۔ فصلوں کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ سینکڑوں مویشی اور کئی انسان ہلاک ہو چکے ہیں۔

جنیوا ۱۸ اگست تیس سے زیادہ عیسائی ممالک کے نمائندوں نے تجویز کی ہے۔ کہ ہیگ کے مقام پر ایک ورلڈ کانفرنس منعقد کی جائے۔ کیونکہ جب تک اہم معاہدات نہ کئے جائیں۔ موجودہ فضا میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہو گی۔

لاہور ۱۹ اگست اخبار "اکالی پترکا" کے پریس کی ضبط شدہ مشینیں خریدنے کے متعلق ایک شخص نے حکومت سے اجازت چاہی تھی۔ حکومت نے حکم دیا ہے کہ اس پریس کے ذمہ تین ہزار کی ضمانت واجب الادا ہے وہ ادا کر کے مشینیں خریدی جا سکتی ہیں۔ نیز ایک سکھ نے ماہوار انگریزی اخبار "آل راؤنڈ" نکالنے کی اجازت طلب کی تھی۔ اس سے بھی ایک ہزار کی ضمانت طلب کی گئی ہے۔

لاہور ۱۹ اگست سکھ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ سکھ لیڈروں کا ایک وفد گورنر پنجاب سے ملے۔ اور زور دے کہ پنجاب کے مذہبی سکھوں کے لئے اسمبلی میں کم سے کم تین نشستیں مخصوص کی جائیں۔ پنجاب اسمبلی میں سکھوں کو ۳۳ نشستیں حاصل ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ضروری اعلان

میاں فاروق احمد صاحب جو قبل ازیں ملتان میں سکونت رکھتے تھے ان کی نسبت اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ وہ ملتان سے کسی دوسری جگہ چلے گئے ہیں۔ اگر کسی دوست کو علم ہو کہ وہ اب کہاں رہتے ہیں۔ تو نظارت ہذا کو مطلع فرمائیں اگر یہ اعلان میاں فاروق احمد صاحب کی نظر سے گذرے۔ تو وہ خود اپنے موجودہ پتہ سے اطلاع دیں۔

ناظر بیت المال قادیان

موزوں نوجوانوں کیلئے پولیس میں بھرتی کا موقع

ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس سنٹرل رینج لاہور کے ایک اعلان سے معلوم ہوا ہے کہ اپریل ۱۹۴۰ء میں نوجوانوں کی کچھ تعداد کو جو لاہور۔ امرتسر گورداسپور۔ سیالکوٹ۔ گوجرانوالہ۔ شیخوپورہ۔ لائل پور۔ منٹگمری کے باشندے ہوں۔ بطور اسسٹنٹ انسپکٹر پولیس بھرتی کیا جائے گا۔ اعلان کی شرائط میں مذکور ہے۔ کہ صرف ۱۸ اور ۲۵ سال کے درمیان عمر والے ان نوجوانوں کی درخواستوں پر غور کیا جائے گا۔ جو ایف۔ اے یا اس کے برابر کا کوئی امتحان پاس کئے ہوں۔ یا ایچیسن کالج کا ڈپلومہ حاصل کر چکے ہوں۔ جن کا کیریکٹر عمدہ اور جسمانی صحت اچھی ہو۔ اور پھرتیلے اور مستعد ہوں۔

یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ صاحب موصوف درخواستیں صرف یکم ستمبر اور ۳۰ نومبر ۱۹۳۹ء کے درمیان وصول کریں گے۔ اور اگر کسی نے کسی طریقہ سے بھی سفارش پہنچانے کی کوشش کی۔ تو اس کی درخواست کو مسترد کر دیا جائے گا۔ سابقہ مسترد کردہ اشخاص کو درخواستیں بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ درخواستوں کے ہمراہ صرف سندات کی نقول بھیجنی چاہئیں۔ جو واپس نہیں کی جائیں گی۔ امید ہے کہ نوجوان اس موقع سے فائدہ اٹھائیں گے۔

(محکمہ اطلاعات پنجاب)

نارتھ ویسٹرن ریلوے

لوکو کیرج اینڈ ویگن اینڈ الیکٹریکل شاپس مغلپورہ اور سکھر شاپس میں ٹریڈ اپرنٹسوں کی اسامیوں کے لئے امیدواران کی طرف سے درخواستیں مطلوب ہیں اپرنٹس شپ کی مدت پانچ سال ہے۔ اور وظیفہ حسب ذیل شرح پر دیا جائیگا پہلے سال چار آنہ چھ پائی روزانہ دوسرے سال سات آنہ روزانہ تیسرے سال نو آنے چھ پائی روزانہ۔ چوتھے سال گیارہ آنہ چھ پائی روزانہ اور پانچویں سال تیرہ آنہ چھ پائی۔ بھرتی کئے جانے والوں کی تعداد ۱۴۷ ہے مسلمانوں کے لئے ۱۱۱ اسامیاں۔ اینگلو انڈین اور ڈومی سائلڈ یوروپینوں کے لئے ایک۔ دوسری اقلیتوں کیلئے ۱۴۔ امیدوار کی عمر یکم جولائی ۱۹۳۹ء کو پندرہ سال سے کم یا ۱۸ سال سے زائد نہیں ہونی چاہئے کم سے کم تعلیمی معیار پرائمری کا امتحان ہے۔

جن امیدواروں کو انٹرویو کے لئے بلایا جائے۔ انہیں اپنے خرچ پر حاضر ہونا ہوگا۔ منتخب کردہ امیدواران کو تقرر سے قبل کلاس سی۔ ا۔ کا ڈاکٹری امتحان پاس کرنا ہوگا۔

درخواستیں معہ سکول سرٹیفکیٹس کی مصدقہ نقول۔ جن میں تاریخ پیدائش دکھائی گئی ہو ۱۶-۹-۳۹ تک دفتر سپرنٹنڈنٹ میکینکل ورکشاپس نارتھ ویسٹرن ریلوے مغلپورہ میں پہنچ جانی چاہئیں۔ اگر کسی امیدوار کی طرف سے کسی با اثر شخص کی سفارش حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔ تو یہ بات اس کے مفاد کے منافی ہوگی۔ پس ماندہ اقوام کے امیدواروں کو جو قابلیت کے معیار پر پورے اتریں ترجیح دی جائے گی۔

خارم

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

قاعدہ ۱۔ منجملہ قواعد مصالحت قرضہ پنجاب ۱۹۳۵ء

بذریعہ تحریر ہذا نوٹس دیا جاتا ہے کہ سکنہ خوشی محمد ولد شرف دین ذات جٹ سکنہ لوڑے کی تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ نے زیر دفعہ ۹ ایکٹ مذکور ایک درخواست دے دی ہے۔ اور یہ کہ بورڈ نے بمقام ڈسکہ درخواست کی سماعت کے لئے یوم ۳۰ اگست ۱۹۳۹ء مقرر کیا ہے۔ لہذا جائے مذکور بہ مقروض کے جملہ قرضخواہ یا دیگر اشخاص متعلقہ تاریخ مقررہ پر بورڈ کے سامنے اصالتاً پیش ہوں۔ مورخہ یکم اگست ۱۹۳۹ء

(دستخط) جناب سردار شیو دیو سنگھ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی

چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ۔

(بورڈ کی مہر)

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر غلام نبی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Digitized by Khilafat Library Rabwah

منھم من قضٰی نحبہ ومنھم من ینتظر

کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کچھ تو ایسے ہیں جنہوں نے اپنی غرض اور مقصد کو پورا کر لیا اور کچھ ایسے ہیں جو ابھی اسباب کے انتظار میں ہیں۔ گویا کچھ تو ایسے تھے جنہوں نے جام شہادت پی لیا اور دنیا کے سامنے انہوں نے یہ ثابت کر دیا کہ جو اقرار انہوں نے اللہ تعالےٰ سے کیا تھا۔ وہ انہوں نے پورا کر دیا۔ مگر باقی اس قسم کے تھے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے گو ابھی تک وہ اپنے اقرار کو پورا نہیں کر سکے یعنی اللہ کی راہ میں موت ان پر نہیں آئی۔ لیکن ان کی کیفیتِ قلبی ایسی ہے۔ کہ وہ ہر وقت موت کے انتظار میں رہتے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید

جن کی نسبت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیف من سیوف اللہ کے الفاظ فرمائے ہیں۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار۔ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری زمانہ میں ایمان لائے تھے۔ اُحد میں مسلمانوں کو جو نقصان پہنچا اس کا موجب بھی یہی تھے۔ یہ دراصل ان نوجوانوں میں سے تھے جو قوم کی نظروں میں بڑھ رہے تھے۔ اور ترقی کر رہے تھے۔ یہ احد میں کفار کے

ایک دستہ کے کمانڈر

تھے۔ جب دشمن بھاگا۔ اور کافروں کو شکست ہو گئی۔ تو ان کی نظر اچانک اس درے پر پڑی جس پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس آدمی مقرر کئے ہوئے تھے۔ مگر انہوں نے غلطی سے اُس درے کو چھوڑ دیا تھا وہ فوراً بھانپ گئے کہ یہ ایک ایسا موقع نکل آیا ہے جسے ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے۔ چنانچہ انہوں نے عکرمہ کو کہ وہ بھی نوجوان تھے اس طرف توجہ دلائی اور ان دونوں نے مل کر ایک چھوٹے سے دستہ کے ساتھ مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا پھر جو واقعات ہوئے وہ کئی دفعہ بیان ہو چکے ہیں۔ احادیث میں بھی مسلمان ان واقعات کو پڑھتے رہتے ہیں۔ اور قرآن کریم میں بھی ان کا ذکر آتا ہے۔ بلکہ ایک جگہ تو

تفصیلی ذکر

ہے۔ تو ان واقعات کا موجب خالد ہی تھے اور احد کی جنگ تک برابر اسلام کے مقابلہ میں لڑتے رہے تھے۔ غزوۂ احزاب کے بعد یہ مسلمان ہوئے اور پھر انہوں نے اسلام میں ترقی کرنی شروع کر دی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوربین نگاہ

نے انہیں ایسا سجا دیا۔ کہ فتح مکہ کے وقت ایک طرف کے کمانڈر خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور دوسری طرف کے کمانڈر خالد بن ولید تھے۔ پھر غزوہ موتہ کے وقت بھی ان کے ہاتھ لشکر کی کمان آئی۔ گو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں مقرر نہیں کیا تھا۔ اور اس وقت آپؐ کو الہام کے ذریعہ بتایا گیا کہ خالد سیفٌ من سیوف اللہ ہے یعنی

اللہ تعالےٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے

یہ اسلام کی قربانی کے لئے اس قدر تیار رہتے تھے کہ بہت کم مثالیں اس قسم کی جانی قربانی کی ملتی ہیں۔ اسلام لانے کے بعد آرام سے بیٹھنا انہوں نے اپنے لئے پسند ہی نہیں کیا۔ ہمیشہ جہاں جنگ ہوتی پہنچ جاتے۔ اگر ایک جگہ جنگ ختم ہو جاتی۔ تو دوسری جگہ اپنے آپ کو والنٹیر کر دیتے۔ اور دوسری جگہ سے فارغ ہوتے تو تیسری جگہ اپنے آپ کو والنٹیر کر دیتے۔ کوئی خطرے کا مقام ایسا نہیں تھا۔ جہاں وہ نہ پہنچتے ہوں حتےٰ کہ وہ فیصلہ کن

آخری جنگ

جس میں قیصر نے اپنے ایک جرنیل کو اس شرط پر جنگ کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ کہ اگر تم فتح کر کے آؤ گے تو مَیں اپنی بیٹی کی تم سے شادی کر دوں گا اور آدھے ملک کی سلطنت تمہیں دے دوں گا۔ اس میں بھی خالد کی تدبیر سے ہی مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ ایک عظیم الشان سلطنت کا نصف حصہ مل جانا اور

شاہی خاندان کا فرد بن جانا

کوئی معمولی بات نہیں۔ اور تم یہ بھی سمجھ سکتے ہو کہ اس کے لئے اُس جرنیل نے کس قدر سر توڑ کوششیں کی ہوں گی اسلامی تاریخیں بتاتی ہیں کہ وہ جرنیل مسلمانوں کے مقابلہ میں دس لاکھ فوج لایا لیکن یورپین تاریخیں قیصر کی فوج کی تعداد دو سے تین لاکھ تک بتاتی ہیں۔ اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی فوج اسلامی تاریخ کے مطابق ساٹھ ہزار اور عیسائی تاریخ کے مطابق ایک لاکھ تھی۔ بہرحال ادنیٰ سے ادنیٰ اندازہ بھی اگر لگا لیا جائے تو کفار کے لشکر کی نسبت مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک اور تین کی تھی۔ یعنی مسلمان اگر ایک تھا۔ تو کافر تین تھے۔ پھر وہ تین لاکھ

ایک منظم فوج کا حصہ

تھے۔ کیونکہ قیصر کی حکومت کوئی معمولی حکومت نہیں تھی۔ کفار کے لشکر کی کثرت دیکھ کر اسلامی کمانڈر انچیف نے تجویز کیا۔ کہ ہمیں پیچھے ہٹ جانا چاہیئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو لکھنا چاہیئے کہ

ہماری مدد کے لئے اور فوج بھجوائی جائے

خالد بن ولید ہی وہ شخص تھے۔ جنہوں نے اس موقعہ پر کھڑے ہو کر کہا۔ کہ میں ہرگز یہ مشورہ نہیں دیتا کہ اسلامی لشکر کو پیچھے ہٹنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر ہم پیچھے ہٹے تو دشمن چونکہ

آخری اور فیصلہ کن جنگ

کرنے کے ارادہ سے نکلا ہے اور وہ تہیہ کئے ہوئے ہے۔ کہ یا تو وہ ہمیں مار دے گا یا خود مر جائے گا۔ اس لئے اگر ہم پیچھے ہٹے۔ تو دشمن کا دل بڑھ جائے گا۔ اور پھر ہمارے قدم مدینے تک نہیں ٹھہریں گے اور یہ خالد بن ولید ہی تھے۔ جنہوں نے کہا کہ آپ تو کہتے ہیں ساٹھ ہزار لشکر کم ہے مگر میں کہتا ہوں کہ اسلام نے جو

مدینۃ المسیح

قادیان ۲۰ اگست۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں خدا تعالےٰ کے فضل سے خیریت ہے الحمد للہ۔

کل ساڑھے آٹھ بجے صبح تعلیم الاسلام ہائی سکول کے میدان میں قادیان اور مضافات کے احمدی مرد۔ عورتیں اور بچے بھوکے پیاسے نماز استسقاء کیلئے دھوپ میں جمع ہوئے۔ حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے دو رکعت نماز قریباً ایک گھنٹہ میں پڑھائی جس میں نہایت خشوع وخضوع سے دعا کی گئی۔ کئی دنوں کے بعد خدا کے فضل سے آج عصر کے بعد بارش کا معمولی سا چھینٹا پڑا۔ بیرونی احباب بھی بارش کیلئے دعا کریں ٭

جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد ڈلہوزی تشریف لے گئے ہیں ٭

آج جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال۔ جناب مولوی عبدالمغنی خان صاحب اور چند اور اصحاب تبلیغی دورہ پر تشریف لے گئے۔ وہاں سے جناب چوہدری صاحب ڈلہوزی تشریف لے جائیں گے ٭

کل احمد آفندی حلمی مصری اور صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب منالی تشریف لے گئے ٭

میاں عبدالستار صاحب کشمیری کل نوے برس کی عمر میں وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون بعد نماز عصر حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی ...... اور مرحوم حضرت مسیح موعود کے قدیمی صحابی تھے۔ احباب بلندی درجات کیلئے دعا کریں ٭

غیرت اور قربانی کا مادہ

مسلمانوں کے اندر پیدا کیا ہوا ہے اس کے لحاظ سے مجھے اجازت دی جائے۔ کہ میں صرف ساٹھ مسلمان چن کر دشمن پر حملہ کر دوں۔ اسلامی کمانڈر نے اس سے انکار کیا۔ لیکن بعض اور صحابہ رضؓ نے خالد رضؓ کی تائید کی۔ اور انہوں نے بھی کہا۔ کہ یہ درست ہے خالد رضؓ کو ساٹھ آدمی اپنے ڈھب کے چن لینے دیئے جائیں۔ چنانچہ لشکر میں اعلان کیا گیا۔ کہ جو لوگ اس جنگ میں اپنی جان دینے کے لئے تیار ہوں۔ وہ اپنے آپ کو پیش کریں۔ اس اعلان پر سینکڑوں مسلمانوں نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ جن میں سے انہوں نے

ساٹھ آدمی چن لئے

ان میں سے ایک ان کا پرانا دوست عکرمہ۔ ابوجہل کا بیٹا بھی تھا۔ یہ ساٹھ آدمی تھے۔ اور ادھر قیصر کی فوج کا جو اگلا دستہ تھا۔ اس میں

ساٹھ ہزار عرب عیسائی

تھا۔ بعض عرب کے قبائل عیسائی بھی تھے۔ اور وہ قدرتی طور پر قیصر سے مل گئے تھے۔ اور قیصر بھی زیادہ تر انہی کو فوج کے آگے رکھتا۔ کیونکہ وہ سمجھتا۔ کہ عربوں سے عرب ہی جنگ کرنا جانتے ہیں۔ اور یہ چونکہ گھوڑے کے خوب سوار ہیں۔ اور لوہے کو لوہا کاٹتا ہے اس لئے ضروری ہے۔ کہ عربوں کو ہی آگے رکھا جائے۔

ادھر ان ساٹھ نے یہ اقرار کیا۔ کہ وہ سب یکدم حملہ کر کے قلب لشکر میں پہونچکر عیسائی کمانڈر کو قتل کر دیں گے چنانچہ انہوں نے گھوڑوں کی باگیں اٹھائیں۔ اور

قلب لشکر پر حملہ

کر دیا۔ تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ دس لاکھ کا کمانڈر جہاں کھڑا ہوگا۔ وہاں اس کے پہرے اور حفاظت کا کتنا بڑا سامان ہوگا۔ مگر جس طرح تیر کمان سے چھٹتا ہے یا جس طرح باز چڑیا پر جھپٹتا ہے۔ اسی طرح وہ قلب لشکر کی طرف بڑھے۔ کچھ ان میں سے زخمی ہوئے۔ کچھ شہید ہوئے اور کچھ قلب لشکر میں جا پہونچے اور عین وسط میں پہونچ کر انہوں نے عیسائی کمانڈر کو قتل کر دیا۔ یا بھگا دیا۔ مجھے اس وقت پوری طرح یاد نہیں۔ اسلامی لشکر کھڑا ہوا۔ اس حملہ کا نظارہ دیکھ رہا تھا۔ لیکن جونہی وہ دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے اندر گھسے بعض مسلمان افسروں نے سردار لشکر کو مشورہ دیا۔ کہ اب ان کو اکیلے لڑنے دینا مناسب نہیں بہتر ہے۔ کہ ہم بھی ساتھ ہی حملہ کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی ساتھ ہی حملہ کر دیا۔ اور نتیجہ یہ ہوا۔ کہ شام تک وہ عیسائی لشکر جو اتنی بڑی شان و شوکت کے ساتھ آیا تھا۔ تتر بتر ہوگیا۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کا

ایک مشہور قصہ

تاریخوں میں آتا ہے۔ جسے پڑھ کر ہر مسلمان کی رگوں میں خون تیزی سے چلنے لگ جاتا ہے۔ اور اس کے دل میں غیرت اور قربانی کا شاندار جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ انہی ساٹھ آدمیوں میں سے سات آدمی شدید زخمی ہوئے۔ جب عیسائی لشکر کو شکست ہوگئی۔ تو ایک مسلمان

زخمیوں کی دیکھ بھال

کے لئے میدان جنگ کا چکر کاٹ رہا تھا۔ کہ اس نے ایک شخص کو

نزع کی حالت

میں دیکھا۔ قریب پہونچا۔ تو اس نے دیکھا۔ کہ وہ شدت پیاس کی وجہ سے اپنے ہونٹوں پر زبان مل رہا ہے۔ اس نے پوچھا۔ تمہیں پیاس لگی ہوئی ہے۔ وہ کہنے لگا۔ ہاں۔ اس نے اپنی چھاگل سے پانی نکالا۔ اور اسے پینے کے لئے دینا چاہا۔ تو اس کی نگاہ اپنے پاس پڑے ہوئے ایک اور زخمی کی طرف پھر گئی۔ اور وہ کہنے لگا۔ یہ شخص مجھ سے زیادہ پیاسا معلوم ہوتا ہے۔ پہلے اسے پانی پلاؤ۔ وہ اس کے پاس پانی لے کر گیا۔ تو اس نے اپنے پاس پڑے ہوئے ایک اور زخمی کی طرف دیکھ کر کہا مجھے بھی پیاس ہے۔ مگر اسے مجھ سے زیادہ پیاس معلوم ہوتی ہے۔ پہلے اسے پانی پلاؤ۔ وہ اسے چھوڑ کر تیسرے کی طرف متوجہ ہوا۔ تو اس نے چوتھے کی طرف اشارہ کر دیا۔ اور کہا۔ کہ پہلے اسے پانی پلایا جائے۔ اسے زیادہ پیاس معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر شخص نے اسے

دوسرے کو پانی پلانے کی تاکید

کی۔ یہاں تک کہ وہ ساتویں شخص تک پہونچ گیا۔ جب اس کے پاس پہونچا تو دیکھا۔ کہ وہ فوت ہو چکا ہے۔ پھر وہ واپس دوسروں کی طرف گیا۔ تو جس جس کے پاس پہونچا۔ اس کی جان نکل چکی تھی۔ تو زخموں سے چور۔ پیاس سے بالکل لاچار۔ اور جان کندنی کی حالت میں صحابہ رضؓ نے اس قسم کے ایثار سے کام لیا۔ کہ دنیا کی تاریخ اس قسم کی کوئی اور مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اور ہر سچا مسلمان جو اس واقعہ کو پڑھتا ہے۔ اس کے دل میں بھی یہ خواہش اور آرزو پیدا ہوتی ہے کہ کاش اللہ تعالیٰ مجھے بھی اسلام کی خدمت کی ایسی ہی توفیق دے۔

غرض خالد ان صفات کا مالک تھا جو میں نے اوپر بیان کی ہیں۔ صحابہ میں سے جو چوٹی کے آدمی سمجھے جاتے تھے۔ ان کی اولاد

خالد رضؓ کی فدائیت

اس کی بہادری۔ اور جذبہ جان نثاری کی وجہ سے ہمیشہ اس کے ارد گرد جمع رہتی تھی۔ اور باوجود اس کے کہ وہ بعد میں ایمان لائے تھے۔ جس طرح

شمع کے گرد پروانے

جمع رہتے ہیں۔ اسی طرح خالد بن ولید کے گرد اکابر صحابہ رضؓ کی اولاد جمع رہتی تھی۔ چنانچہ ان کے ارد گرد جمگھٹا رکھنے والوں میں رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قریبی عزیز بھی تھے۔ مثلاً حضرت عباس کے لڑکے فضل اکثر آپ کے ساتھ رہتے۔ اسی طرح اس فدائی جمگھٹے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لڑکے بھی تھے۔ غرض باوجود بعد میں ایمان لانے کے ان کی

قربانی۔ ایثار اور اخلاص

کو دیکھ کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کے افراد کیا۔ اور دوسرے خاندانوں کے افراد کیا۔ سب ان کے ارد گرد رہتے اور سمجھتے۔ کہ ان سے مل کر کام کرنا اسلام کی خدمت ہے۔ جب خالد فوت ہونے لگے۔ تو ان کے ایک دوست اُن سے ملنے کے لئے آئے۔ ان کی حالت نازک ہو رہی تھی۔ اور یہ نظر آرہا تھا۔ کہ وہ چند گھنٹوں کے اندر اندر دنیا کو چھوڑ دینے والے ہیں۔ انہیں سخت کرب تھا۔ اور اسی کرب کی حالت میں وہ بستر پر تڑپ رہے تھے۔ کبھی دائیں کروٹ بدلتے اور کبھی بائیں۔ اس دوست نے انہیں کہا۔ خالد تم نے اسلام کی اتنی عظیم الشان خدمت سرانجام دی ہے۔ کہ میں تمہیں

جنت اور خدا کے فضل کی بشارت

دیتا ہوں۔ تم کیوں فکر کرتے ہو تمہیں تو فوراً خدا اپنے فضل کی چادر میں لپیٹ لے گا۔ خالد نے ان سے کہا۔ کہ ذرا میرے قریب آؤ۔ اور میری قمیص اٹھاؤ۔ جب انہوں نے قمیص اٹھائی۔ تو خالد کہنے لگے۔ دیکھو۔ میرے جسم پر کیا کوئی بھی جگہ ہے جہاں

تلوار کا نشان

نہ ہو۔ انہوں نے دیکھا۔ تو واقعہ میں ایک انچ بھی ایسی جگہ نہیں تھی۔ جہاں تلوار کے زخم کا نشان نہ ہو۔ پھر انہوں نے کہا۔ کہ میرے تہبند کو رانوں تک اٹھا دو۔ انہوں نے تہبند اٹھا کر دیکھا۔ تو وہاں بھی رانوں تک اسی طرح

زخموں کے نشانات سے جسم بھرا ہوا تھا

یہ نشانات دکھا کر وہ کہنے لگے۔ میں نے اپنے آپ کو ہر خطرے میں ڈالا۔ ایسی ایسی نازک جگہوں پر میں نے اپنے آپ کو پہنچایا۔ کہ میں سمجھتا تھا۔ آج میرے لئے شہادت یقینی ہے۔ لیکن افسوس باوجود اس کے۔ کہ

ہر میدان میں

میں نے اپنے آپ کو شہادت کیلئے خطرے میں ڈالا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آج میں بستر پر مر رہا ہوں۔ یہ وہ لوگ تھے جو اپنی کمزوریوں کو سمجھتے تھے یہ وہ لوگ تھے جو جانتے تھے۔ کہ ہم نے رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی کسی وقت جو مخالفت کی ہے۔ اس کا کفارہ معمولی کفارہ نہیں ہو سکتا۔ ایمان کے ساتھ ان کے گناہ بخشے گئے ایمان کے ساتھ انہیں خدا اور اس کے رسول کا قرب حاصل ہو گیا اور ایمان کے ساتھ وہ اعلےٰ درجہ کے روحانی مقامات پر پہنچ گئے۔ مگر باوجود اس کے ان کے دلوں کی یہ خلش نہیں مٹتی تھی کہ ہم نے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی آواز

کو کیوں نہیں مانا۔ خدا نے تو ان کو بے شک بخش دیا۔ مگر انہوں نے اپنی جانوں کو نہیں بخشا۔ خدا نے تو ان کی جانوں پر رحم کر دیا مگر انہوں نے اپنی جانوں پر رحم نہیں کیا جب خدا نے ان کو بخشا تو انہوں نے کہا۔ اگر ہمیں خدا نے بخش دیا ہے۔ تو کیا ہم شکر گذاری کے طور پر پہلے سے بھی زیادہ قربانیاں نہ کریں۔ پس باوجود اسبات کے کہ خدائی الہام ان کی تائید میں تھا۔ جیسے میں نے بتایا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے الہام کی بنا پر خالد کو سیفٌ من سیوف اللّٰہ قرار دیا مگر انہوں نے چین اور آرام سے بیٹھنا اپنے لئے جائز نہ سمجھا اور خالد نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا۔ کہ جب خدا نے مجھے اپنی تلوار کہا ہے۔ تو اب اس

تلوار کو نیام میں نہیں آنا چاہیئے

تلوار تو میدان جنگ میں ہی اچھی لگتی ہے۔ چنانچہ وہ دشمن کے مقابلہ میں ڈٹے رہے۔ اور کوئی موقع ایسا نہیں آیا جس میں وہ اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر میدان جنگ میں نہ کود گئے ہوں۔ یہ گویا اللہ تعالےٰ کے اس انعام کی

شکر گذاری کی انتہا

تھی کہ اس نے ایک نبی پر ایمان لانے کی سعادت سے انہیں بہرہ اندوز فرمایا اور اس احسان کا حقیر شکرانہ تھا۔ جو خدا نے اس رنگ میں ان پر کیا۔ کہ انہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شناخت کی توفیق بخشی غرض

انسانی فطرت کا حسن و جمال

ایسے نمایاں طور پر ان لوگوں میں ظاہر ہوا۔ کہ ان کو دیکھ کر وہ تمام خیالات مٹ جاتے ہیں جو شیطان کے اس دعوے سے بعض لوگوں کے دل میں پیدا ہوتے ہیں کہ آدم کے بیٹے دنیا میں خون بہائینگے اور فساد کریں گے۔ جب انسان قربانی اور اخلاص کے ان عظیم الشان نمونوں کو دیکھتا ہے۔ تو وہ بے اختیار چلا اٹھتا ہے۔ کہ لعنتی تھا شیطان۔ جھوٹا تھا شیطان اور سچا تھا وہ خدا جس نے آدم کو پیدا کیا جس کی نسل سے ایسے قیمتی وجود دنیا میں ظاہر ہوئے۔ یہ تو اس

بے نظیر انسان کی مثال

ہے جو گو ابتدائی زمانہ میں اسلام کے مقابلہ میں لڑتا رہا مگر بعد میں خدا تعالےٰ نے اسے توبہ نصیب کی اور وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہو کر اسلامی غزوات میں حصہ لیتا رہا۔ پھر معمولی آدمیوں کی طرح نہیں بلکہ اس رنگ میں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے عزت کے مقام پر کھڑا کیا۔ نہ صرف رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہی بلکہ خدا نے بھی اسے ایک عزت کا خطاب دیا مگر اس کے علاوہ اور لوگ بھی تھے۔ اور گو وہ درجہ میں کم تھے مگر احسان مندی اور شکر گذاری کی مثالیں ان میں بھی ایسی شاندار نظر آتی ہیں۔ کہ دل ان کو دیکھ کر فرطِ مسرت سے لبریز ہو جاتا ہے۔ اور وہ ایسی مثالیں ہیں۔ جو ایمان کو تازہ کر دیتی ہیں۔

مکہ کے بعض بڑے بڑے لوگ جو کفار کے لیڈر تھے ان کی عظمت کو آج پوری طرح نہیں سمجھا جاتا۔ ہم جو مسلمان ہیں اپنی تاریخوں میں چونکہ حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہم کا نام پڑھتے اور انہی کا نام ہر وقت سنتے رہتے ہیں اس لئے عام طور پر مسلمانوں میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہی مکہ کے بڑے لوگ تھے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ مکہ کے بڑے آدمی نہیں تھے۔ مگر آہستہ آہستہ جب قوموں میں مذہب پھیل جائے تو وہ اپنے آدمیوں کے متعلق ہی یہ خیال کرنے لگ جاتی ہیں۔ کہ وہ سب سے بڑے تھے۔ یہی حال مسلمانوں کا ہے وہ اپنی شوکت اور عظمت کی وجہ سے اسبات کو بھول چکے ہیں۔ کہ اسوقت کے مسلمان دوسری قوموں کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتے تھے۔ مثلاً آج یہ سمجھنا مشکل ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے

مکہ کے ایک بیکس نوجوان

تھے۔ بلکہ آج ہم میں سے ہر شخص یہ خیال کرتا ہے۔ کہ شاید رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پیدائشی طور پر ہی بادشاہ تھے اسی طرح آج حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قربانیوں کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں میں ان کی جو عزت ہے اس کی وجہ سے وہ خیال کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شاید مکہ کے سب سے بڑے رئیس تھے یہی حال حضرت عمرؓ حضرت عثمان رضؓ اور حضرت علی رضؓ کے متعلق مسلمانوں کے خیالات کا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ گو یہ لوگ مکہ کے بڑے خاندانوں میں سے تھے۔ مگر

سردارانِ قوم میں سے نہیں تھے

بلکہ سردارانِ قوم کے قریب درجہ بھی نہیں رکھتے تھے۔ آج ہم جب پڑھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضؓ فلاں خاندان میں سے تھے۔ جسے عرب میں بڑی عزت حاصل تھی تو خیال کرتے ہیں۔ کہ شاید یہ عزت حضرت ابوبکر کو حاصل تھی۔ اسی طرح جب پڑھتے ہیں کہ حضرت عمر رضؓ کے خاندان کو مکہ میں یہ عظمت حاصل تھی تو خیال کرتے ہیں۔ کہ شاید یہ عظمت حضرت عمر رضؓ کو ہی حاصل تھی۔ حالانکہ اس کے صرف یہ معنے ہوتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ کے رشتہ داروں میں سے کسی رشتہ دار کو یہ عزت اور عظمت حاصل تھی یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اسوقت حضرت ابوبکر رضؓ کو بھی یہ عظمت حاصل تھی یا حضرت عمر رضؓ کو بھی یہ عظمت حاصل تھی۔

مکہ کے اصل سردار بالکل اور تھے ان سرداروں میں سے ابوسفیان تھا۔ ابوجہل تھا جس کا اصل نام ابوالحکم تھا۔ اسی طرح عتبہ تھا شیبہ تھا۔ ولید تھا۔ اسی طرح بعض اور لوگ تھے یہ وہ لوگ تھے جو مکہ کے سردار تھے اور ان میں سے کوئی شخص مسلمان نہیں تھا۔ مکہ والے جب بھی کوئی بات کرتے ہمیشہ ان سے پوچھ کر کیا کرتے اور ان کو عظمت بھی اس قسم کی حاصل تھی کہ لوگ ان کے سامنے بات کرنے سے ڈرتے اور ان کے

مکہ والوں پر بہت بڑے احسان

تھے چنانچہ ان لوگوں کو جس قسم کی عظمت حاصل تھی اس کا پتہ اس سے لگ سکتا ہے۔ کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر مکہ والوں نے جس شخص کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلح کی گفتگو کرنے کے لئے بھیجا اس نے باتیں کرتے ہوئے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کو ہاتھ لگا دیا

اور جس طرح دوسرے کو سمجھاتے ہوئے بعض دفعہ کہا جاتا ہے۔ کہ اپنے باپ کی عزت کا خیال کرو اسی طرح اس نے بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھانا شروع کر دیا کہ میری عزت کا پاس کرو اور جس طرح ہماری پنجابی زبان میں مثل ہے۔ کہ ون ون دی لکڑی اسی طرح اس نے انصار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ متفرق لوگ ہیں ان پر تم اعتبار نہ کرو۔ یہ تو تم پر مصیبت کا کوئی وقت آیا تو فوراً چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

رشتوں کی ضرورت

دو مخلص احمدی کنواری لڑکیاں عمر ۱۸ سال ۱۵ سال (قوم فقیر پیشہ دوکاندار) پرائمری تک تعلیم یافتہ اور قرآن مجید اور تجرید بخاری شریف مترجم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض کتب پڑھی ہوئی ہیں۔ ایک وصیت کنندہ بھی ہے اور امور خانہ داری سے بخوبی واقف ہیں انکے لئے مخلص احمدی رشتوں کی ضرورت ہے جواب کیلئے ایک ٹکٹ آنا چاہیئے

بنام الف معرفت فضل الدین سکرٹری انجمن احمدیہ بنگہ ضلع جالندھر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور تمہارے کام آخر تمہارا خاندان ہی آئے گا۔ اس لئے تم ان کی بات کے پیچھے نہ جاؤ۔ اور جس طرح ہم کہتے ہیں۔ کہ اس دفعہ بغیر عمرہ کئے واپس چلے جاؤ۔ اسے کو مان لو۔ یہ مضمون بیان کرتے ہوئے جب وہ یہاں پہونچا۔ کہ اپنی قوم ہی اچھی ہوتی ہے۔ اور مصیبت کے وقت وہی کام آیا کرتی ہے۔ یہ لوگ تو تجھے مشکل کے وقت بالکل چھوڑ دیں گے۔ تو اس نے اپنی بات پر زیادہ زور دینے اور اُسے منوانے کے لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈاڑھی کو ہاتھ لگا دیا۔ اس پر ایک صحابی نے اپنی

تلوار کا کندہ اس کے ہاتھ پر مارا

اور کہا۔ ہٹا لے اپنا ناپاک ہاتھ۔ تیری کیا حیثیت ہے۔ کہ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک کو ہاتھ لگائے۔ اُس نے آنکھ اُٹھا کر دیکھا۔ صحابہ رضؓ چونکہ خود پہنے ہوئے تھے۔ اور صرف آنکھیں اور ان کے حلقے ہی نظر آ رہے تھے۔ اس لئے وہ کچھ دیر غور سے اس صحابی کی طرف دیکھتا رہا۔ اور آخر اس نے پہچان لیا۔ اور کہا۔ کیا تم فلاں ہو۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ وہ کہنے لگا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں۔ میں نے فلاں موقعہ پر تمہارے باپ کو اس مصیبت سے بچایا۔ اور فلاں موقعہ پر تمہارے فلاں رشتہ دار کو اس مشکل سے نجات دی۔

کیا تم میرے سامنے بولتے ہو۔

وہ صحابی بالکل خاموش ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس پر پھر اس نے بات شروع کی اور جوش میں آ کر اس نے پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈاڑھی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ صحابہ رضؓ کہتے ہیں۔ ہم میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا۔ جس پر اس کا کوئی نہ کوئی احسان نہ ہو۔ ہر شخص ہم میں سے اس کا ممنونِ احسان تھا اور ہم میں سے ایک فرد بھی ایسا نہیں تھا۔ جو اس کی طرف ہاتھ بڑھا سکے۔

اہل عرب میں

احسان مندی کا جذبہ

نمایاں طور پر پایا جاتا تھا جسے اسلام نے اور بھی زیادہ بڑھا دیا۔

پس اس

جذبۂ امتنان

کی وجہ سے صحابہ رضؓ میں سے کوئی شخص یہ جرأت نہیں کرتا تھا۔ کہ اُسے روکے اور پھر اس سے وہی جواب سُنے۔ جو اس نے پہلے شخص کو دیا تھا۔ تب ان میں سے ایک شخص آگے بڑھا۔ اور اس نے زور سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر مار کر کہا۔ خبردار! جو تُو نے اپنے ناپاک ہاتھ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھایا۔ اس نے پھر نظر اٹھائی۔ اور تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد اس نے اپنی نظریں نیچی کر لیں۔ اور کہا۔ ابوبکر! تم پر میرا کوئی احسان نہیں۔

پس

ایک ابوبکر رضؓ ہی تھا جس پر اس کا کوئی احسان نہیں تھا

باقی سب صحابہ ایسے تھے۔ کہ ان میں سے ہر ایک پر اس کا کوئی نہ کوئی احسان تھا۔ اس سے تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ اُن سرداروں کی کیا حیثیت تھی۔

پس عمائد اور سردار جو اہل مکہ کے تھے۔ ان کی شان بالکل اور تھی۔

حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ نوجوان تھے۔ بالخصوص حضرت ابوبکر رضؓ ایک بڑھنے اور ترقی کرنے والے نوجوان تھے اور بہت سے لوگوں کی اُن پر نظریں اٹھتی تھیں۔ اور وہ خیال کرتے تھے۔ کہ کسی دن یہ

قوم کا سردار

ہو جائے گا۔ کیونکہ ان کے احسانات بھی بہت لوگوں پر تھے۔

مگر بہرحال سرداران قوم کے مقابلہ میں ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ اب تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ جب مکہ فتح ہو گیا۔ تو ان لوگوں کی کیا حیثیتیں رہ گئی ہوں گی۔ جو قوم کے سردار اور عمائد سمجھے جاتے تھے۔

فتح مکہ کے بعد پہلی حکومت بدل گئی

وہ جو کبھی سردار سمجھے جاتے تھے۔ ان کی سرداریاں جاتی رہیں۔ اور وہ جنہیں ذلیل اور حقیر سمجھا جاتا تھا۔ وہ اُن کے حاکم اور سردار بن گئے۔ اس طرح زمانہ گزرا۔ اور گزرتا چلا گیا۔ پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہو گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا عہد آگیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فوت ہو گئے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا عہد آگیا۔

ایک دفعہ

حضرت عمر حج کے لئے مکہ تشریف لے گئے

تو ان کی ملاقات کے لئے لوگ جمع ہونے شروع ہوئے۔ انہی ملاقاتیوں میں مکہ کے رؤسا۔ اور سردارانِ قریش کے بعض لڑکے بھی تھے۔ جو اکٹھے ہو کر حضرت عمر رضؓ کو ملنے کے لئے آئے۔ کیونکہ اس وقت حضرت عمر رضؓ سے ملاقات ایسی ہی تھی۔ جیسے کوئی شاہی دربار میں پہونچ جائے۔ اس وقت ساری بادشاہت حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ کو ہی حاصل تھی۔ پس انہوں نے بھی ایک دوسرے سے کہا۔ کہ آؤ۔ ہم حضرت عمر رضؓ سے مل آئیں۔ چنانچہ وہ اکٹھے ہو کر ان کے پاس آئے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس بیٹھ گئے حضرت عمر نے ان سے باتیں شروع کر دیں۔ اتنے میں کوئی غریب سا صحابی آگیا۔ حضرت عمر رضؓ نے ان نوجوانوں سے کہا۔ ذرا ان کے لئے جگہ چھوڑ دیں چنانچہ وہ پیچھے ہٹ گئے۔ اور وہ صحابی رضؓ قریب ہو کر باتیں کرنے لگ گیا۔ اسی اثنا میں ایک اور صحابی رضؓ آگیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے پھر اُن سے فرمایا۔ کہ ذرا پیچھے ہٹ جانا۔ وہ اور زیادہ پیچھے ہٹ گئے۔ اور اس جگہ وہ صحابی رضؓ بیٹھ گئے۔ چونکہ

حج کے ایام

تھے۔ اس لئے یکے بعد دیگرے کئی صحابہ رضؓ آتے چلے گئے۔ اور حضرت عمر رضؓ ہر صحابی کی آمد پر ان سے یہی کہتے۔ کہ ذرا پیچھے ہٹ جانا۔ یہاں تک کہ

ہوتے ہوتے وہ جوتیوں تک جا پہنچے

یہ صحابہ رضؓ جو آئے۔ ان میں سے بعض ان کے باپ دادا کے غلام تھے۔ اور وہ ان پر دن رات ظلم وستم ڈھاتے رہتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے کئی غلاموں کو اپنے پاس سے روپیہ دے کر آزاد کروایا تھا۔ وہ تاجر تھے۔ مگر انہوں نے اپنی تجارت تباہ کر دی۔ اور جس قدر روپیہ تھا۔ وہ سب غلاموں کو آزاد کروانے پر صرف کر دیا۔ پھر ان میں سے بعض وہ لوگ تھے۔ جو ان کے برتن مانجا کرتے تھے۔ بعض وہ تھے۔ جو ان کے بستر جھاڑتے۔ بعض وہ تھے۔ جو ان کے لئے

جنگل سے لکڑیاں اور ایندھن لاتے

اور بعض وہ تھے۔ جو ان کے اونٹوں کے لئے گھاس وغیرہ لاتے۔ اسی طرح ان میں ایسے لوگ بھی تھے۔ جن کے سروں پر وہ جوتیاں مارا کرتے تھے۔ اور ان میں وہ لوگ بھی تھے۔ جن کی ماؤں کو اسلام لانے پر ان کی شرمگاہوں میں نیزے مار مار کر انہوں نے ہلاک کیا تھا۔

غرض یہ غلام جن کو ذلیل ترین وجود سمجھا جاتا تھا۔ باری باری اندر آئے۔ اور ہر شخص کے آنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان رؤسا سے کہتے۔ کہ ذرا پیچھے ہٹ جاؤ۔ اور ان کو جگہ دو۔ اور وہ پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ جوتیوں میں جا کر بیٹھ گئے۔ جب مجلس ختم ہوئی۔ تو باہر نکل کر انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا۔ آج جو سلوک ہمارے ساتھ ہوا ہے اس سے زیادہ ذلت کا سلوک اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ وہ شہر جس میں ہمارے باپ دادوں نے حکومت کی۔ اسی شہر میں یہ لوگ جو ہمارے غلام تھے۔ اور مکہ میں ذلیل ترین وجود سمجھے جاتے تھے۔ آج ایک ایک کر کے ہمارے آگے بٹھائے گئے۔ اور ہمیں پیچھے ہٹاتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ہم جوتیوں میں بیٹھے اس سے زیادہ ذلت اور رسوائی کی اور کوئی بات نہیں ہو سکتی یہ گفتگو سُنکر ان میں سے ایک جو زیادہ شریف تھا۔ وہ بولا اور اس نے کہا۔ کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس کی ذمہ واری کس پر ہے

یہ بات سنکر سب شرمندہ ہو گئے وہ کہنے لگا جب ہم نے اور ہمارے باپوں نے خدا کے رسول کا انکار کیا تھا۔ اسوقت یہ لوگ ایمان لائے تھے۔ پس چونکہ یہ پہلے ایمان لائے اس لئے ان کو یقیناً ہم پر فضیلت حاصل ہے اور یہ ہمارا ہی قصور ہے۔ کہ ہم وقت پر ایمان نہیں لائے۔ تب انہوں نے ایک دوسرے سے سوال کیا کہ کیا اس ذلت کو مٹانے کا کوئی ذریعہ بھی ہو سکتا ہے۔ یا نہیں۔ اور

کیا اس گناہ کا کوئی کفارہ نہیں؟

انہوں نے کئی تدبیریں سوچیں کسی نے کہا ہم اپنی جائدادیں اسلام کی راہ میں دے دیں۔ کسی نے کہا۔ ہمیں چاہیئے کہ ہمارے پاس جس قدر روپیہ ہے وہ سب قربان کر دیں۔ مگر کسی بات پر ان کا اطمینان نہ ہوا۔ اور آخر انہوں نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ چلو حضرت عمرؓ کے پاس ہی چلیں اور انہی سے دریافت کریں۔ کہ اس ذلت کا کوئی علاج بھی ہے یا نہیں۔ حضرت عمرؓ چونکہ اچھے خاندان میں سے تھے اور وہ شریف خاندانوں کی عزت وعظمت کو سمجھتے تھے۔ اس لئے ان کا خیال تھا۔ کہ حضرت عمرؓ ہمیں کوئی

ہمدردانہ مشورہ

دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اجازت طلب کی اور حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور کہا کہ ہم ایک مشورہ لینے کے لئے آئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہو کیا بات ہے۔ انہوں نے کہا۔ آج ہم آپ کی مجلس میں آئے اور ہم آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ کہ آپ نے بعض اور لوگوں کے آنے پر ہمیں پیچھے ہٹانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ہم جوتیوں میں بیٹھنے پر مجبور ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تم میری مجبوری کو سمجھ سکتے ہو۔

یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے

اور میرے لئے ضروری تھا۔ کہ میں ان کو عزت وتکریم سے بٹھاتا۔ انہوں نے کہا۔ ہم اس بات کو خوب سمجھتے ہیں۔ اور ہم جانتے ہیں کہ ہمارے باپ دادوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار کر کے ایک بہت بڑی ذلت اپنے لئے مول لی۔ مگر اب ہمیں کوئی ایسا طریق نظر نہیں آتا۔ جس سے یہ

ذلت کا داغ

ہم اپنی پیشانی سے دور کر سکیں اور ہم آپ سے یہی مشورہ لینے کے لئے آئے ہیں۔ کہ کیا کوئی ایسا طریق نہیں جس سے یہ ذلت ہمارے ماتھے سے دور ہو سکے۔ عجیب بات یہ ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جس کے ذمہ عرب کی نسبوں کو یاد رکھنا ہوتا تھا۔ اور وہ بتایا کرتے تھے۔ کہ فلاں خاندان میں فلاں بڑا آدمی ہوا ہے۔ اور فلاں خاندان میں فلاں بڑا آدمی ہوا ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ واقف ان کی خاندانی عزت کا اور کون ہو سکتا تھا۔ وہ جانتے تھے۔ کہ ان کے باپ دادا کو کیسی عظمت حاصل تھی وہ جانتے تھے۔ کہ انہیں کتنی بڑی حکومت حاصل تھی اور وہ یہ بھی جانتے تھے۔ کہ اب ان کی کیا حالت ہے۔ یہ تمام حالات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک ایک کر کے آنے لگے اور ان واقعات کا تصور کر کے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے

اور فرمایا تم اس ذلت کا علاج پوچھتے ہو۔ یہ کہہ کر آپ پر رقت طاری ہو گئی اور مزید کوئی اور بات کرنا آپ کے لئے مشکل ہو گیا۔ آپ نے غلبۂ رقت میں اپنا ہاتھ اٹھایا اور شمال کی طرف جہاں شام میں ان دنوں لڑائی ہو رہی تھی اشارہ کیا اور کہا اس کا علاج ادھر ہے۔ گویا انہیں بتایا کہ اس ذلت کو دور کرنے کا علاج صرف ایک ہی ہے۔ اور وہ یہ کہ

جہاد میں شامل ہو کر اپنی جانیں دیدو

اس کے سوا اور کوئی علاج نہیں وہ لوگ بھی اخلاص سے اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ ان کے دلوں میں بھی ایمان تھا۔ اور ان کے قلوب بھی اللہ تعالےٰ کی محبت سے سرشار تھے انہوں نے جب یہ سنا تو اسی وقت وہ اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر شام کی طرف چلے گئے۔ اور تاریخ بتاتی ہے۔ کہ پھر ان میں سے کوئی شخص زندہ واپس نہیں آیا۔ سب اسلام کی خاطر جہاد میں شامل ہو کر شہید ہو گئے۔ یہ ان دشمنوں کے لڑکے تھے جنہوں نے محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مخالفت شروع دن سے کی۔ مگر پھر بھی ان کے اخلاص اور ان کی قربانی کا یہ حال تھا۔ کہ وہ ایک اشارہ پاتے ہی شام کی طرف روانہ ہو گئے اور ان میں سے ایک بھی زندہ واپس نہیں آیا۔ اس کے مقابلہ میں میں اپنی جماعت سے کہتا ہوں کہ تمہارے اخلاص اور تمہاری قربانی اور تمہاری محبت اور تمہاری فدائیت کا بھی ثبوت یہی ہو سکتا تھا۔ کہ تم ثابت کرتے کہ تم نے احمدیت کے لئے اسی قسم کی

قربانیوں کا نمونہ

دکھایا ہے جس قسم کی قربانیاں صحابہ نے کیں۔ مگر کیا تم کہہ سکتے ہو کہ تم واقعہ میں اس قسم کی قربانیاں کر رہے ہو۔ کیا تم میں وہ رجل رشید نہیں ہیں جو اللہ تعالےٰ کے اس عظیم الشان احسان کے شکر کے طور پر کہ اس نے تمہیں اپنے مسیح کو ماننے کی توفیق بخشی اپنا مال اور اپنی جان اس کی راہ میں قربان کر دیں۔ کیا تمہارے دل میں یہ درد پیدا نہیں ہوتا۔ کہ کاش تمہیں بھی ایسی ہی قربانیوں کا موقع ملے تا آنے والی نسلیں تمہارے نمونہ کو دیکھ کر تم پر درود بھیجیں اور

آسمان پر فرشتے تمہاری قربانی اور ایثار کی تعریف کریں

نہایت چھوٹی چھوٹی قربانیاں ہیں۔ جو تمہارے سامنے پیش ہوتی ہیں۔ مگر تھوڑے ہی عرصے کے بعد تم ان کو بالکل بھول جاتے ہو۔ اور تمہاری حالت اس افیونی کی طرح ہو جاتی ہے۔ جسے بار بار جگانا پڑتا ہے۔ اور وہ بار بار سو جاتا ہے۔ مثلاً میں نے

تحریک جدید

شروع کی۔ میں سمجھتا ہوں۔ اپنے دل میں اسلام کا درد رکھنے والا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہو سکتا تھا جس کے سامنے یہ تحریک پیش کی جاتی۔ کہ اس چندہ کے ذریعہ ایک ایسا مستقل فنڈ قائم کر دیا جائے گا۔ جو دائمی طور پر اسلام کی تبلیغ کے کام آئے گا۔ اور وہ یہ تحریک سننے کے باوجود اس میں حصہ نہ لیتا بلکہ میں سمجھتا ہوں اگر ایک مرتے ہوئے باایمان انسان کے کانوں میں بھی یہ تحریک پہنچ جاتی تو اس کی رگوں میں خون دوڑنے لگتا اور وہ سمجھتا کہ میرے خدا نے میرے مرنے سے پہلے ایک ایسی تحریک کا آغاز کرا کے اور مجھے اس میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرما کر

میرے لئے اپنی جنت کو واجب کر دیا

مگر تم میں سے کتنے ہیں جنہوں نے اس کی اہمیت کو سمجھا۔ تم میں سے کتنے ہیں جنہوں نے استقلال کے ساتھ اس میں حصہ لیا لاکھوں کی جماعت میں سے پانچ ہزار کی تعداد بھی تو ابھی پوری ہونے میں نہیں آئی۔ چنانچہ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ "الفضل" میں اُن لوگوں کی جو فہرست شائع ہو رہی ہے جنہوں نے شرائط کے مطابق تحریک جدید کے پانچوں سالوں کا چندہ اگست تک ادا کر دیا ہے ان کی تعداد ابھی تین چار سو سے زائد نہیں ہوئی اور ابھی تو اس تحریک کا پانچواں سال ہے۔ نہ معلوم شامل ہونے والوں میں سے آخری سال تک کون گرتا اور کون رہتا ہے۔ اس زمانہ کے لوگ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھے رہیں اور وہ انعام بھی حاصل کر لیں جو پہلے انبیاء کی جماعتوں نے حاصل کئے حالانکہ یہ بالکل ناممکن ہے وہ انعامات تو الگ رہے ایمان بھی اسوقت تک حاصل نہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہو سکتا جب تک ان تمام قربانیوں میں حصہ نہ لیا جائے جو پہلے انبیاء کی جماعتوں نے کیں

ایمان تو ایک موت ہے

جب تک کوئی شخص اس موت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اس وقت تک وہ ہرگز ہرگز ابدی زندگی حاصل نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کو اپنی بارگاہ میں قبول کیا کرتا ہے جو ہر وقت مرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یہودیوں کے متعلق فرماتا ہے کہ یہ قوم ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکلی۔ اس ڈر اور خوف سے کہ وہ مر جائیں گے۔ مگر کیا آج اسلام کی یہی حالت نہیں۔ اور کیا اسلام اپنی موت کے قریب نہیں پہنچ گیا۔ کیا تمہیں کبھی خیال نہیں آتا کہ

تم کن لوگوں کی اولاد ہو

تم ان لوگوں کی اولاد ہو۔ جنہوں نے یورپ سے لے کر چین کے انتہائی سروں تک حکومت کی تھی۔ تم ان لوگوں کی اولاد میں سے ہو جن کے ماتحت کسی زمانہ میں وہ تمام یوروپین اقوام تھیں۔ جو آج تم پر حکومت کر رہی ہیں۔ یہی اٹلی جو آج بڑا شور مچا رہا ہے۔ اس کے کئی حصے تمہارے باپ دادوں کے ماتحت تھے۔ یہی یورپ جس کا آج چاروں طرف شہرہ ہے۔ اس کے کئی حصوں پر تمہارے باپ دادوں کی حکومت تھی۔ یہی سپین جو آج ترقی کر رہا ہے۔ تمہارے باپ دادوں کے ماتحت تھا۔ اسی طرح امریکہ کے جزائر فلپائن تک۔ افریقہ سارے کا سارا اور ایشیا قریباً سارا ان کے ہاتھ میں تھا۔ تم میں سے کئی جو آج یہاں بیٹھے ہوئے ہیں بالکل ممکن ہے وہ بلا واسطہ ان بادشاہوں کی اولاد میں سے ہوں۔ لیکن آج تمہاری کیا حیثیت ہے۔ آج تمہاری ہی نہیں۔ آج سارے اسلام کی کیا حیثیت ہے آج نہ مسلمانوں کی کہیں عزت ہے۔ نہ اسلام کے نام سے ڈرنے والا کوئی موجود ہے۔ چھوٹی چھوٹی قومیں جن کے پاس حکومت نہیں۔ آج ان کی بھی آواز سنی جاتی ہے۔ مگر اسلام اور مسلمانوں کی آواز کہیں سنی نہیں جاتی۔

گاندھی کی آواز

بھی آج لوگوں پر اثر کرتی ہے۔ حالانکہ گاندھی ایک ایسی قوم سے تعلق رکھتا ہے جسے ہزار سال سے زیادہ حکومت کئے گذر چکا ہے۔ لیکن آج مسلمان بادشاہوں کی آواز کی بھی کوئی قدر نہیں کیونکہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ

مسلمانوں کی مثال ایک گرتے ہوئے کھنڈر کی سی ہے

اور گاندھی کی مثال گو ایک جھونپڑی کی سی ہے مگر وہ نئی بنی ہوئی ہے۔ اور اس کے متعلق امید کی جا سکتی ہے کہ وہ دس بیس سال تک ان کے کام آئے گی۔ لیکن مسلمانوں کی حکومتیں گرتا ہوا کھنڈر ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ اگر یہ آج ہے تو کل نہیں اور جو کل ہے تو پرسوں نہیں۔ تو وہ جو یہود کے متعلق اللہ تعالیٰ نے

حذر الموت

کے الفاظ بیان فرمائے ہیں۔ اس سے زیادہ موت کا خوف مسلمانوں کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ اور تمہارے ساتھ بھی لگا ہوا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اب اگر تم زندگی حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تو اس کا طریق ہم تمہیں بتا دیتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ موتو۔ تم مر جاؤ۔ فرمایا مردہ قوم کی زندگی کی صرف ایک ہی صورت ہو سکتی ہے۔ اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کے لئے اپنے آپ پر موت وارد کر لے۔ پہلی موت جو تم نے اپنے آپ پر وارد کی تھی۔ وہ خدا تعالیٰ کے لئے نہیں تھی۔ بلکہ وہ موت شیطان کے لئے تھی۔ وہ موت اپنے نفس کے لئے تھی۔ وہ موت اپنی سستیوں اور کاہلیوں کے لئے تھی۔ یہی وجہ ہے کہ تم نے جو موت قبول کی تھی وہ دائمی تھی۔ مگر فرماتا ہے اب تم دوسری موت کا بھی تجربہ کر کے دیکھ لو۔ اور اپنے نفس کے لئے نہیں شیطان کے لئے نہیں بلکہ

ہمارے لئے مر جاؤ

پھر دیکھو ہم تمہیں زندہ کرتے ہیں یا نہیں۔ کتنا لطیف استعارہ ہے جو اس جگہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ کہ نبی ہمیشہ اسی قوم میں آتا ہے جس قوم کے متعلق دنیا یہ فیصلہ کر دیتی ہے کہ وہ مر رہی ہے۔ اور جو مرنے والا ہو اس کی جان کی کیا قیمت ہو سکتی ہے۔ قیمت ہمیشہ اس چیز کی ہوتی ہے جس نے رہ جانا ہو۔ مگر جس نے ضائع ہی ہو جانا ہو اس کی کچھ بھی قیمت نہیں ہو سکتی۔ تو یہاں ایسا

لطیف تقابل

کیا ہے کہ دل عش عش کر اٹھتا ہے۔ اور انسان حیران رہ جاتا ہے۔ کہ کس بلندی تک مضمون کو پہنچا دیا گیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ یہ بیان فرماتا ہے۔ کہ ہم ہمیشہ ایسی ہی قوموں میں نبی بھیجا کرتے ہیں۔ جن کے متعلق دنیا یہ فیصلہ کر چکی ہوتی ہے۔ کہ وہ آج بھی مریں۔ اور کل بھی مریں۔ جیسے آجکل مسلمان ہیں۔ کہ ان کے متعلق تمام دنیا کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ ایک مردہ قوم ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ دیکھو تم مر گئے اور آج تمہاری موت اس قدر واضح اور کھلی ہے۔ کہ ہر شخص تمہیں دیکھ کر یہی کہتا ہے۔ کہ تم زندہ نہیں ہو سکتے۔ مگر یہ موت تم نے اپنے نفس کی خاطر قبول کی تھی۔ یہ موت تم نے اپنے عیش اور آرام کے لئے قبول کی تھی۔ یہ موت تم نے اپنی عزت کی خاطر قبول کی تھی۔ یہ موت تم نے اپنی ذاتی ترقی کے لئے قبول کی تھی۔ مگر بجائے اس کے کہ تمہیں آرام حاصل ہوتا۔ بجائے اس کے کہ تمہیں عزت ملتی۔ بجائے اس کے کہ تمہیں ترقی حاصل ہوتی تم موت کے قریب پہونچ گئے ہو۔ نہیں نہیں تم مر ہی گئے ہو۔ اور دنیا متفقہ طور پر پکار اٹھی۔ کہ اب تم میں کوئی جان باقی نہیں رہی۔ اب بتاؤ تمہاری عزت۔ اور تمہارے مال کی کیا قیمت ہے؟ یقیناً کچھ بھی نہیں۔ مگر فرماتا ہے۔ جس جسم جس عزت۔ اور جس مال میں زوال آچکا ہے۔ جس پر موت آچکی ہے۔ تم اس حقیر ذلیل اور بے حقیقت چیز کو ہماری خاطر بھی قربان کر دیکھو۔ پھر دیکھو اس موت کے بعد کیا ہوتا ہے فرماتا ہے

فقال لهم الله موتوا

خدا نے ان کو کہا کہ مر جاؤ۔ اور اپنے لئے ایک موت قبول کر لو۔ ثم احیاھم جب انہوں نے ہماری خاطر یہ موت قبول کر لی۔ تو ہم نے ان کو زندہ کر دیا۔ گویا جو موت انہوں نے اپنے نفس اپنے آرام۔ اپنی عزت اور اپنی ترقی کے لئے قبول کی تھی۔ وہ تو

قطعی اور یقینی موت

بن گئی۔ مگر وہ موت جو خدا تعالیٰ کے لئے انہوں نے اپنے آپ پر وارد کی تھی وہ ان کی زندگی کا موجب بن گئی۔ یہاں تک کہ

فرعون کے گھروں کے پتھیرے

شام اور فلسطین کے بادشاہ ہوئے بابل اور ایران پر انہوں نے حکومتیں کیں۔ اور پھر انہی پتھیروں میں سے داؤد جیسا عظیم الشان بادشاہ پیدا ہوا۔ جس کے جہاز ایشیا اور ایران اور یورپ تک جاتے تھے۔

خواجہ برادرز جنرل مرچنٹس انار کلی لاہور نزد دھنی رام چوک
ہر قسم کا آرائشی سامان اور سولا ہیٹ کی خرید کیلئے
ایک نہایت قابل اعتماد دوکان ہے (مینیجر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور دنیا کے تمام خزانے اس کے پاس جمع تھے۔ یہ سب کچھ کیوں ہوا۔؟ صرف اس لئے کہ جب ان پر موت آرہی تھی تو خدا تعالٰے نے ان سے کہا کہ آؤ میں تمہیں اپنا معجزہ دکھاؤں۔ دنیا میں تو کسی مردہ کو زندہ کرنا خدا تعالٰے کی سنت کے خلاف ہے۔ مگر وہ اپنی اس معجز نمائی کے لئے کہ وہ مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ دنیا میں مردہ قوموں کو زندہ کیا کرتا ہے۔ جب کوئی قوم مر رہی ہو تو وہ اس کی مثال کو دنیا کے سامنے رکھتے ہوئے کہتا ہے کہ تم اس بات پر ایمان نہیں لاتے کہ میں مردوں کو زندہ کر سکتا ہوں۔ آؤ اور اس قوم کو دیکھو۔ میں اسے زندہ کر کے دکھاتا ہوں یا نہیں۔ پھر وہ اس قوم کی طرف مخاطب ہوتا اور فرماتا ہے کہ تم اب ہماری خاطر مر جاؤ اور ہماری خاطر اپنی جانوں اور اپنے مالوں پر موت وارد کر لو پھر دیکھو میں تمہیں زندہ کرتا ہوں یا نہیں۔ چنانچہ جب وہ قوم اللہ تعالیٰ کے لئے موت کو قبول کر لیتی ہے۔ تو خدا تعالٰے اسے زندہ کر دیتا ہے۔

سو اے عزیزو! تم جس قوم کے ساتھ تعلق رکھتے ہو۔ اس کی پہلی شان و شوکت کو دیکھتے ہوئے تم دنیا کے بدترین اور ذلیل وجود ہو

اپنے آباء کے لئے ننگ

خاندانوں کی عزت برباد کرنے والے اور باپ دادوں کی شہرت کو خاک میں ملانے والے۔ خدا تعالٰے نے تمہاری اس موت کو دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمہاری طرف مبعوث فرمایا ہے۔ اور وہ آج تم سے یہ مطالبہ کر رہا ہے۔ کہ تم میری خاطر قربانیوں سے اپنے اوپر موت وارد کر لو۔ پھر دیکھو میں تمہیں کتنی بڑی عزت اور عظمت دیتا ہوں۔ کتنی چھوٹی چھوٹی قربانیاں ہیں جو تم کرتے ہو مگر ان قربانیوں کی وجہ سے آج بھی

تمام دنیا میں تمہاری عزت ہے

جہاں چلے جاؤ یہی ذکر سنو گے۔ کہ اس جماعت میں بڑی طاقت ہے۔ تمہاری تنخواہیں تمہیں چار چار مہینے نہیں ملتیں لیکن اگر تم میری ڈاک دیکھو تو ہر مہینہ میں ایک دو ایسے خط ضرور آجاتے ہیں کہ ہم مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔ لیکن ہماری راہ میں بہت سی مشکلات حائل ہیں۔ ہم پر اتنا قرض ہے۔ اور اس قدر روپیہ کی شدید ضرورت ہے۔ اگر آپ اتنے روپیہ کا انتظام کر دیں۔ تو ہم مسلمان ہونے کے لئے تیار رہیں۔ لوگوں کو یہ یقین ہی نہیں آتا کہ ہمارے پاس روپیہ نہیں۔ وہ یہی سمجھتے ہیں۔ کہ ان کے پاس بڑا روپیہ ہے تو اللہ تعالٰے نے تمام دنیا پر ہماری جماعت کا رعب قائم کر دیا ہے۔ ہم اپنی غلطیوں کی وجہ سے بعض دفعہ اس رعب کو مٹا بھی دیتے ہیں۔ مگر خدا تعالٰے کی طرف سے

احیاء کا سلسلہ برابر شروع ہے

اور دنیا کے کناروں تک احمدیت کی شہرت پھیلتی جاتی ہے۔ کوئی بڑی سے بڑی قوم ایسی نہیں۔ جسے ہندوستان سے باہر لوگ جانتے ہوں مگر تمہیں ضرور جانتے ہیں۔ اور آہستہ آہستہ دنیا کی تاریخ اور اس کے لٹریچر میں تمہارا نام آنا شروع ہو گیا ہے۔ چنانچہ

کئی کتابیں غیر ممالک میں ہماری جماعت کے متعلق لکھی جا چکی ہیں

جرمن میں بھی اور فرانس میں بھی اور اٹلی میں بھی۔ ان میں سے بعض مستقل کتابیں ہیں اور بعض میں اور باتوں کے ضمن میں احمدیت کا ذکر آگیا ہے۔ مگر ہم جو کچھ ہیں وہ ہم جانتے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ اللہ تعالٰے کی طرف سے ایک احیاء شروع ہے اور جوں جوں جماعت قربانی کرتی چلی جاتی ہے اسی قدر اللہ تعالٰے ہماری جماعت کو زندہ کرتا چلا جاتا ہے۔ لیکن اگر ہماری جماعت ساری موت قبول کرے تو ساری حیات بھی اسے میسر آجائے۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ بعض لوگوں کو اس قربانی کا دنیوی زندگی میں انعام نہ ملے۔ مگر تم میں سے کون ہے جو اپنی اولاد کے لئے قربانی نہیں کرتا۔ اگر ہم اپنی زندگی میں اس فتح کو نہ دیکھیں۔ مگر ہماری اولادیں دیکھ لیں تو کیا یہ ہمارے لئے کم خوشی کا موجب ہو سکتا ہے؟ تم اپنی اولاد کو پڑھاتے ہو مگر تمہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تم اس کے پڑھنے اور پھر ملازم ہونے تک زندہ بھی رہو گے یا نہیں۔ تم قربانی کرتے چلے جاتے ہو اور یہ سمجھ لیتے ہو کہ اگر ہماری اولاد کو کچھ ملا تو ہمارے نزدیک وہ بھی ہمیں ہی ملا۔ پس یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ سب کچھ ہمیں ہی حاصل ہو۔

ایک لطیفہ

مشہور ہے۔ کہتے ہیں کوئی بادشاہ کہیں سے گذر رہا تھا۔ کہ اس نے ایک بڈھے کو جو ستر اسی سال عمر کا تھا۔ دیکھا کہ وہ ایک ایسا درخت بو رہا ہے۔ جس کا پھل پندرہ بیس سال کے بعد لگا کرتا ہے اس نے حیرت سے بڈھے کی طرف دیکھا اور کہا میاں تم یہ درخت کیوں لگا رہے ہو۔ تم نے اس کا پھل تھوڑا کھانا ہے۔ تم تو پھل لگنے سے پہلے ہی مر جاؤ گے۔ بڈھے نے جواب دیا۔ کہ بادشاہ سلامت آپ جیسا معقول آدمی اگر ایسی بات کرے تو تعجب ہی ہے۔ اگر ہمارے باپ دادا بھی اسی خیال سے درخت نہ لگاتے کہ ہم تو اب مر جائیں گے ہم درخت لگا کر کیا کریں۔ تو آج ہم ان درختوں کا پھل کس طرح کھا سکتے۔ انہوں نے درخت لگائے اور ہم نے ان کا پھل کھایا۔ اب ہم لگائیں گے اور ہماری آئندہ نسل اس کا پھل کھائے گی۔ بادشاہ کو اس کی یہ بات بہت ہی پسند آئی اور بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔ زہ۔ اور بادشاہ کا یہ حکم تھا کہ جب میں کسی کی بات سے خوش ہو کر زہ کہوں تو اسے تین ہزار درم بطور انعام دیدئے جایا کریں۔ چنانچہ جونہی بادشاہ نے زہ کہا اور اس کے خزانچی نے

تین ہزار درم کی تھیلی

بڈھے کے سامنے رکھ دی۔ بڈھا یہ دیکھ کر

I AM EIGHTY YEARS OLD YET IN PERFECT HEALTH

میری عمر اسوقت اسّی (۸۰) برس کی ہے

(مگر) پھر بھی میری صحت بلحاظ عمر نہایت اچھی ہے

عرصہ قریباً دو سال کا ہوا مجھے ذیابیطس کی بیماری ہو گئی تھی جس کیساتھ کافی مقدار میں شوگر بھی خارج ہوتی تھی رات کیوقت قریباً بیس دفعہ پیشاب کیلئے اُٹھنا پڑتا اور دن کیوقت بھی یہی حالت رہتی تھی رات کیوقت کئی طور پر نیند کے نہ آنے اور کثرت پیشاب کیوجہ سے میری جسمانی صحت دن بدن کمزور ہوتی جارہی تھی میں نے ڈاکٹروں اور مستند قابل حکیموں کا علاج کیا جنکے علاج سے تین چار ہفتہ کیلئے عارضی طور پر مجھے آرام ہو جاتا۔ اسکے بعد پھر بیماری کا دورہ شروع ہو جاتا تھا ایک دن میں نے منیجر صاحب یونان فارمیسی رجسٹرڈ گورنمنٹ آف انڈیا جالندھر چھاؤنی سے اپنی اس تکلیف کا ذکر کیا انہوں نے خاکسار کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کا بزرگ اور آقائے نامدار سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی زمانہ کا صحابی خیال فرما کر نہایت اخلاص محبت سے ۵۰ گولی امرت بوٹی رجسٹرڈ کی عنایت فرمائیں میں نے انکو حسب ہدایات باقاعدہ طور پر استعمال کیا جن سے میری بیماری کے دو حصوں کو خدا تعالٰے کے فضل سے آرام ہو گیا۔ اس کے بعد باقی بیماری کے متعلق پھر عرض کیا۔ پھر مجھے ۵۰ گولی امرت بوٹی کی ہی اور بھیج دی گئیں میں نے ان کو بھی حسب قاعدہ استعمال کیا۔ اب عرصہ ایک سال کا گذر چکا ہے۔ مجھے ذیابیطس کثرت پیشاب کمزوری مثانہ کی خدا تعالٰے کے فضل سے کوئی تکلیف نہیں ہے اور میری صحت اپنی عمر کے لحاظ سے نہایت اچھی ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ امرت بوٹی نے ذیابیطس کی بیماری کو آرام دینے کے علاوہ میرے معدہ دل، جگر اور دماغ کو خاص طور پر فائدہ پہنچایا ہے۔ مقوی جسم اور مقوی اعصاب بھی ہے۔ چونکہ میری یہ تحریر سچائی پر مبنی ہے جو دوست براہ راست مجھ سے دریافت فرمانا چاہیں ان کیلئے اپنا پتہ لکھ دیتا ہوں (فقیر عبدالرحمن موصی معلم السلامیہ عربیہ مدرسہ جالندھر چھاؤنی)

نوٹ از منیجر۔ امرت بوٹی کثیر مقدار بوٹیوں کے مرکبات سے تیار کی جاتی ہے۔ اس لئے ہر مزاج کے موافق آتی ہے۔ نیز عورتوں کی بیماری یا ذیابیطس کثرت پیشاب کمزوری مثانہ کیلئے بھی نہایت مفید دوا ہے۔ قیمت ۵۰ گولی [illegible] ۱۰۰ گولی [illegible] علاوہ ڈاک محصول

منیجر دواخانہ احمدیہ یونان فارمیسی جالندھر کینٹ پنجاب (انڈیا)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسکرایا اور اس نے کہا بادشاہ سلامت آپ تو کہہ رہے تھے کہ درخت لگانا بیوقوفی ہے تو اس کا پھل کھا ہی نہیں سکتا۔ مگر دیکھئے لوگ تو درخت لگاتے اور کئی کئی سال کے بعد پھل کھاتے ہیں مگر

میں نے اس درخت کو لگاتے لگاتے اس کا پھل کھا لیا

بادشاہ کو پھر یہ بات پسند آئی۔ اور اس کی زبان سے نکلا زہ اور خزانچی نے جھٹ تین ہزار درم کی دوسری تھیلی بھی اس کے سامنے رکھ دی۔ بڈھا دوسری تھیلی کی طرف دیکھ کر ہنسا اور بولا۔ بادشاہ سلامت لوگ سال میں درخت کا ایک دفعہ پھل کھاتے ہیں مگر

میں نے ایک منٹ میں اس کا دو دفعہ پھل کھا لیا

بادشاہ نے پھر کہا زہ اور خزانچی نے تیسری تھیلی اس کے سامنے رکھ دی بادشاہ یہ دیکھ کر ہنس پڑا۔ اور اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھکر کہنے لگا۔ یہاں سے چلو۔ ورنہ یہ بڈھا ہمیں لوٹ لے گا۔ ہے تو یہ لطیفہ۔ لیکن اس میں یہی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ کہ بہت ہی کمینہ اور ذلیل انسان وہ ہے جو یہ سمجھتا ہے۔ کہ میری خدمت کا صلہ اگر مجھے نہ ملا تو کچھ نہ ملا۔ اول تو مومن کی خدا تعالےٰ پر نظر ہوتی ہے۔ دنیا پر اس کی نظر ہوتی ہی نہیں۔ لیکن اگر ہو بھی تو اسے سمجھ لینا چاہئیے۔ کہ جب میری قوم کو ایک انعام ملا تو مجھے مل گیا۔

پس میں جماعت کے تمام دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ

تحریک جدید کی ہر قسم کی قربانیوں میں حصہ لیں

اور جو وعدے انہوں نے کئے ہوئے ہیں انہیں پورا کریں اور سمجھ لیں کہ یہ ایک موت ہے جس کا ان سے مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ تم میں سے کئی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے سینما نہیں دیکھا۔ ہم مر گئے۔ تم میں سے کئی ہیں جو کہتے ہیں ہم ہمیشہ ایک کھانا کھاتے ہیں ہم تو مر گئے تم میں سے کئی ہیں جو کہتے ہیں ہمیں تو ہمیشہ سادہ رہنا پڑتا ہے ہم تو مر گئے۔ تم میں سے کئی ہیں جو کہتے ہیں ہمیں رات دن چندے دینے پڑتے ہیں۔ ہم تو مر گئے۔ میں کہتا ہوں ابھی تم زندہ ہو

میں تو تم سے حقیقی موت کا مطالبہ کرتا ہوں

کیونکہ خدا یہ کہتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے تو میں تمہیں زندہ کرونگا پس یہ موت ہی ہے جس کا میں تم سے مطالبہ کرتا ہوں۔ اور یہ موت ہی ہے جس کی طرف خدا اور اسکا رسول تمہیں بلاتا ہے اور یاد رکھو کہ جب تم مر جاؤ گے تو اسکے بعد خدا تمہیں زندہ کریگا پس تم مجھے یہ کہہ کر مت ڈراؤ کہ ان مطالبات پر عمل کرنا موت ہے۔ میں کہتا ہوں یہ موت کیا اس سے بڑھ کر تم پر موت آنی چاہئیے۔ تاکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے کامل احیاء تمہیں حاصل ہو پس

اگر یہ موت ہے تو خوشی کی موت ہے

اگر یہ موت ہے تو رحمت کی موت ہے۔ اور بہت ہی مبارک وہ شخص ہے جو موت کے اس دروازہ سے گذرتا ہے۔ کیونکہ وہی ہے جو خدا تعالےٰ کے ہاتھوں ہمیشہ کے لئے زندہ کیا جائیگا۔

خوش قسمت ہے وہ جو اپنے امام کی آواز پر لبیک کہتا ہے

اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے بہت سے احباب نے ۳۰ جون کا خطبہ پڑھ یا سن لینے کے بعد کوشش کی کہ وہ اپنے وعدوں کو سو فیصدی پورا کر دیں۔ اور بعض ایسے بھی ہیں جو باوجود سعی کے کامیاب نہیں ہو سکے ایسے احباب کو اسوقت تک سانس نہیں لینا چاہئیے جب تک وہ اپنے وعدے کو سو فیصدی پورا نہ کر لیں جن جماعتوں یا امراء کا چندہ ۳۱ اگست تک مرکز میں پہنچ جائیگا۔ انکی وصولی بھی ۱۵ اگست کی میعاد کے اندر سمجھی جائے گی۔ پس ہر جماعت اور ہر فرد کو کوشش کرنی چاہئیے کہ اسکا چندہ سو فیصدی ۳۱ اگست تک پورا ہو جائے۔ مگر باوجود اس کے جن احباب کے حالات اس تاریخ تک ادا کرنے کی اجازت نہ دیں وہ مایوس ہو کر بیٹھ نہ جائیں۔ کیونکہ تحریک جدید کے ادا کرنیکا سال کا آخری وقت بھی آگیا ہے۔ انہیں اب جس طرح بھی ہو سکے کوشش کے ساتھ ادا کر دینا چاہئیے۔ بعض بڑی بڑی جماعتیں خاموش ہیں۔ اور باوجود نو مہینے گذر جانے کے ان کی وصولی کی نسبت پچاس فیصدی کے اندر ہے۔

پس ایسی جماعتوں کو بیدار اور ہوشیار ہونا چاہئیے۔ اور ان کو سمجھ لینا چاہئیے کہ بڑائی تعداد سے نہیں بلکہ بڑی قربانیوں سے ہے اور انہیں اپنی بڑائی کے قیام کیلئے بڑی قربانیاں دکھلانی چاہئیں پس ہر جماعت شہری ہو یا زمیندار چھوٹی ہو یا بڑی۔ اس کو یہ کوشش کرنی چاہئیے۔ کہ اس کی رقم ۳۱ اگست تک مرکز میں پہنچ جائے۔ تا وہ حضور کے ارشاد پر عملاً لبیک کہنے والی جماعتوں میں آجائیں۔ اور ہر فرد کو کوشش کرنی چاہئیے کہ وہ اپنا چندہ جلد سے جلد ادا کرنے کی کوشش کرے۔ تا اس کا نام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پانچ ہزاری فوج کے سپاہیوں کے رجسٹر میں لکھا جائے۔

یاد رہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کو تیرہ سو سال کے بعد موقعہ عطا فرمایا ہے۔ پس جو شخص تحریک جدید کی قربانیوں سے اپنے آپ کو پیچھے ہٹاتا ہے۔ اس کی بدقسمتی میں کوئی شبہ نہیں۔ اور خوش قسمت ہے وہ جو اپنے مقدس امام کی آواز پر لبیک کہتا ہوا۔ اللہ تعالےٰ کے فضلوں کا وارث بنتا ہے۔

فنانشل سیکرٹری تحریک جدید

Digitized by Khilafat Library Rabwah

M. Urdu 119

جہاز کی گفتگو

آداب عرض۔ یہ تو بتائیے ہم لوگ کہاں ہیں؟

آداب عرض۔ کہئے کیسے ہیں آپ؟ ہم لوگ کل لاگوز پہنچ جائیں گے۔ افریقہ کا یہ وہ پہلا بندرگاہ ہے جہاں ہم آبنائے پہنچنے سے پہلے اسباب لاد سکتے اور اتار سکتے ہیں۔

مسافر جو ابھی ابھی یہ باتیں جہاز کے تختہ پر تیسرے افسر سے کر رہا ہے یکایک محو حیرت ہو گیا۔ مگر افریقہ کے مغربی ساحل پر تو کوئی اتنا اہم بندرگاہ ہے نہیں کہ وہاں جانا مناسب ہو۔ یہ سن کر نوجوان سرخ پوش افسر مسکرایا۔

ہم لوگ صرف اہم بندرگاہوں کی سیر نہیں کرتے بلکہ دریاؤں کے دہانوں پر چھوٹے چھوٹے مقامات سے بھی گذر ہوتا ہے۔ مثلاً ہم کو واری اور سا پلی بھی جانا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں خالص حبشی دیہات ہیں۔ یہاں سے ہم کو کشتی ملتی ہے۔ جس کے ملاح حبشی ہوتے ہیں۔ اور ان پر ہم دریا کے فرانہ کی طرف مال لینے کیلئے جائیں گے۔ یہ دریا اتنا تنگ ہے کہ جہاز اس میں نہیں گذر سکتا لیکن مسافر نے کہا کیا یہ ایک خطرناک کام نہیں ہے؟ کیا تم کسی بیماری میں مبتلا نہیں ہو جاتے؟ کیا ان کی مقامات کی حفظان صحت نا مکمل نہیں ہے؟

یقیناً ایسا ہو سکتا ہے افسر نے سنجیدگی سے کہا مگر یہی ہمارا کام ہے۔ البتہ ہم لوگ بہت کافی دفاعی تدابیر استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً ہم اس پانی کے سوا جو جہاز پر ہمارے ساتھ ہوتا ہے کوئی اور پانی استعمال نہیں کرتے۔ اور یہ پانی بھی کلورین سے صاف کیا ہوا ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے ہم لوگ بغیر دھوئے ہوئے کوئی پھل بھی نہیں کھاتے۔

مسافر نے سر ہلایا۔ مگر ملیریا کے متعلق کیا کرتے ہیں۔ مسافر نے کہا۔ تم اپنے کو مچھروں کی کاٹ سے محفوظ رکھنے کے لئے تو کچھ نہیں کر سکتے؟

افسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اصل واقعہ بالکل برعکس ہے ہم لوگ اپنے کو اور بیماریوں کی بہ نسبت ملیریا سے زیادہ محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ گرم خطوں میں ہم اس کمپنی کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں جو ہم کو روزانہ "کونین" استعمال کراتی ہے۔ تم کو اتنا تو یقینی معلوم ہوگا۔ کہ ملیریا کو روکنے اور دور کرنے کے لئے کونین سب سے بہتر دوا ہے۔ مجلس بین الاقوام کی ملیریا کمیشن نے اس دوا کی حمایت کی ہے ملیریا کی روک تھام کے لئے بخار کے پورے موسم میں ۷ گرین کونین روزانہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اس بیماری سے نجات حاصل کرنے کیلئے ۱۵ سے ۲۰ گرین تک کونین روزانہ ۵ سے ۷ دن تک استعمال کرنا ہوتا ہے۔ اچھا تو اب معاف فرمائیں گے۔ زیادہ گفتگو نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جہاز کی آواز دیکھنی ہے۔

شوق سے جائیے۔ ہماری یہ ہرگز خواہش نہیں کہ ہمارا جہاز زمین کی تہہ میں جا پہنچے ہم دونوں ہنس پڑے۔ مسافر تو ڈک پر سے چلا گیا۔ افسر نقشوں کی طرف گیا۔ جہاز ران اپنے ہاتھوں کو چکے پر رکھے ساکت وصامت کمپاس کی طرف دیکھ رہا تھا۔